تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۲۰ | ۲۵ر نومبر ۱۹۸۲ء — ۸ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ | شمارہ نمبر ۲

زرِ تعاون

ہوائی ڈاک

اداریہ

محمود الحسن ندوی

خلیجی ممالک کی مشترکہ دفاعی چھتری — ایک خوش آئند قدم

طویل وقفہ کے بعد یہ خوش آئند خبر آئی کہ خلیج کے چھ ممالک جن میں بحرین، متحدہ عرب امارات، کویت، قطر، عمان اور سعودی عرب شامل ہیں نے مشترکہ دفاعی چھتری کی شکل میں جدید ترین اسلحہ سے لیس مربوط فوج اور خلیجی کونسل ممالک کے وزرائے دفاع کے تحت ایک مشترکہ کمان کے قیام کا فیصلہ کیا ہے نیز ان ممالک کے سربراہوں نے اس خطہ کے اطراف میں بڑی طاقتوں کے قدم جمانے کی کوششوں پر تشویش ظاہر کی اور اعلان کیا ہے کہ اس علاقہ میں استحکام اور سلامتی کو یقینی بنانے کے لئے وہ خود اپنی دفاعی افواج کو مضبوط بنائیں گے، اس سلسلہ میں یاد رہے کہ اس سے قبل ان ممالک کے وزراء دفاع نے اس کا خاکہ تیار کیا تھا جس کی سربراہانِ مملکت نے توثیق کردی ہے۔ خلیج کے ممالک نے اس سے قبل مصر کے اشتراک سے اسی قسم کے خاکے تیار کئے تھے اور اس کے لئے ابتدائی مراحل کو آخری شکل بھی دے دی گئی تھی اور اس میں اسلحہ اور ہوائی جہاز تک بنانے کا منصوبہ شامل تھا مگر مصر کی کیمپ ڈیوڈ معاہدہ میں شمولیت کی وجہ سے یہ تعطل کا شکار ہوگیا اور بعد میں شریک ملکوں نے اپنے اپنے سرمائے بھی نکال لئے اور یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔

خلیج کا خطہ سیاسی، فوجی اور مادی ہر لحاظ سے حساس ہے اور عالمی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کا شکار رہا ہے خاص طور سے دونوں بڑی طاقتیں اپنے اثر و رسوخ کو بڑھانے اور ایک دوسرے سے بڑھنے کی دوڑ میں برابر کے شریک ہیں امریکا نے اس کی خاطر ایران کو اسقدر مضبوط بنانا چاہا کہ وہ اس علاقہ میں امریکی مفادات کی پوری نگرانی کرسکے اور شاہ کے زوال کے بعد بھی وہ اس سے مایوس نہیں ہوا ہے اور یہ نہیں چاہتا ہے کہ ایران عراق کے مقابلہ میں کمزور پڑے اور اس کے مفادات کو نقصان اٹھانا پڑے۔ عراق کے مقابلہ میں ایران کی پسپائی کی صورت میں امریکا کو پورے اس خطہ سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور ایک اندازہ کے مطابق امریکی آئل کمپنیوں کو تیل سے جو پندرہ سو بلین ڈالر سے زائد سالانہ منافع مل رہا ہے اس سے ہاتھ دھو بیٹھے اور جاپان بھی اپنی ضروریات کا نوے فیصد (۹۰٪) اور یورپ اپنی ضرورت کا ۶۰٪ تیل لیتا ہے اس کے لئے یہ راستے بند ہوجائیں اور بحران میں مبتلا ہوجائیں اگر صرف کویت تیل کی سپلائی بند کرے تو یورپ کا محفوظ ذخیرہ ایک سال میں نصف رہ جائے گا اور دو سال میں ختم ہوجائے گا، خود عرب ریاستوں نے ۱۹۸۰ء میں پچاس بلین ڈالر تیل سے کمائے ہیں اسی وجہ سے امریکہ نے بحر ہند میں مستقل قیام کے لئے عمان، صومالیہ اور کینیا سے معاہدہ کئے ہیں۔

روس نے اس خطہ میں اپنی طاقت اور دائرہ کو کارگر شکل میں بڑھانے اور امریکی اثرات کو کم کرنے کے لئے عراق اور جنوبی یمن پر اپنی گرفت مضبوط کر رکھی ہے کیونکہ روسی تیل کے امور کے ماہرین نے انکشاف کیا تھا کہ جس کی پیداوار سے روس کا صنعتی نظام چل رہا ہے، ہزارہا مزدور کام پر لگے ہوئے ہیں —— اس کی برآمدات سے روس جو سالانہ کروڑوں روبل کما رہا ہے وہ آگے چل کر اس کے چشمے اس قدر خشک ہوجائیں گے کہ مشرقی یورپ کے ملکوں کو تو روس تیل برآمد کرنے سے رہا خود اپنی ضروریات کے لئے تیل درآمد کرنا پڑے گا چنانچہ عالم عرب میں اپنے مفادات کے حصول کے لئے اس نے عراق اور جنوبی یمن کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا وہ عراق کو اس انداز سے مسلح کرنا چاہتا تھا جس طرح امریکہ ایران کو خلیج کے پہریدار کی حیثیت سے مسلح کرنے کے لئے کوشاں تھا لیکن بعد میں متعدد اسباب کی وجہ سے عراق روس کے مفادات کی تکمیل کا مرکز نہ بن سکا، تاہم عراق ایران کے خلاف جو جنگ لڑ رہا ہے وہ اسی اسلحہ کے بل بوتے پر، دوسرا ملک جنوبی یمن ہے یہ ملک تیل کی عالمی تجارت کے بڑے راستوں پر ہے یہاں سے بحر ہند، بحیرہ احمر دونوں پر نظر رکھی جاسکتی ہے اور جب اس ملک سے ۱۳۰ سالہ برطانوی انتداب کا خاتمہ ہوا تو روس نواز تنظیم قومی محاذ آزادی کی حکومت قائم ہوگئی اور روس اس کے توسط سے ملک کے اندرونی معاملات میں دخیل ہوگیا زراعتی آراضی کو قومی تحویل میں لے لیا گیا، صنعتوں کو قومیا لیا گیا اور جنوبی یمن کے ذمہ یہ کام سپرد ہوگیا کہ وہ مشرقی وسطیٰ میں عالمی کمیونزم کے مقاصد کے لئے مرکز کا کردار ادا کرے مگر اسی کے ساتھ دونوں بڑی طاقتوں نے اس خطہ کے ممالک کو سیاسی، معاشی اور صنعتی طور پر مضبوط نہ ہونے دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو ایک بڑی منڈی سے ہاتھ دھونا پڑے اور تپش و تفریحات کا سامان تیار کرنے کے

اس دائرہ میں اگر شوخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمائیے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ بامنظور وصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو دی۔ پی ہی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ ویٹ دی۔ پی خرچ Rs.24/25 کے مطالبہ میں دی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ بامنظور بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

بقیہ ص ۱۱

اردن کے شہر زرقاء میں ایک شاخ کھول ہے، کویت کے بینک کی چھ شاخیں ہیں۔ اسی طرح پاکستانی حکومت نے پاکستان کے اقتصادی نظام کو اسلام کے اقتصادی نظام سے بدلنے اور غیر سودی بینک قائم کرنے کی تجویز پاس کی ہے، پاکستان کے بہت سے اہم بینکوں نے بینک کے مغربی نظام سے دستبردار ہونے اور اسلامی نظام کو اختیار کرنے کا اعلان کیا ہے۔

آملاک اور شرکار سے معاملہ کے سلسلہ میں اسلامی بینک کی ایک امتیازی اور مستقل حیثیت ہے اقتصادی منڈی میں اسلامی بینک نے اپنا وجود ثابت کردیا ہے بلکہ بعض علاقوں میں سودی بینکوں پر اسکی برتری ظاہر ہوچکی ہے، اسلامی بینکوں نے تجارتی تبادلہ اور اقتصادی اور اجتماعی ترقی کو آگے بڑھانے کے لئے موجودہ زمانے کے سہولت فراہم کرنے والے تمام اہم اور ضروری وسائل وذرائع اختیار کرلئے ہیں۔

مادی اور معنوی حیثیتوں سے اسلامی بینکوں نے کامیابی حاصل کرلی ہے اسلامی بینکوں کی رہنمائی اور علمی بنیادوں کو دیکھتے ہوئے تمام قرائن یہ بتلا رہے ہیں کہ آئندہ خسارہ کا امکان بہت کم ہے۔

کویت کے بینک میں ۱۹۷۹ء میں ۲۱ بلین کویتی دینار جمع تھے جو ۱۹۷۹ء میں ۶۶ بلین تک اور ۱۹۸۰ء میں ۱۲۸ بلین دینار تک پہنچ گئے، دبئی کے اسلامی بینک میں بینکنگ سرمایہ کی مجموعی رقم ۱۹۸۰ء میں ۱۹۰۵۰۰۰ درہم تھی جو ۱۹۸۱ء میں ۳۰۸۷۸۰۰۰ درہم تک پہنچ گئی، قاہرہ کے فیصل اسلامی بینک میں کھلے حساب کی مقدار ۸۲۲٪ کے اوسط سے بڑھ گئی ہے۔

جمع شدہ اموال بینک کا اصلی سرمایہ ہیں، اگر شرکاء کی تعداد زیادہ ہے اور انکے حصے کم ہیں تو کسی قسم کے مالی نقصان کا امکان بہت کم ہے، کیونکہ شرکاء کی اتنی بڑی تعداد بیک وقت اپنے حصے میں نہیں لے سکتی، لیکن اگر شرکاء کی تعداد کم ہے اور حصے زیادہ ہیں تو اس صورت میں نقصان کا قوی امکان ہے، اسلامی بینکوں میں شرکاء کی تعداد بہت زیادہ ہے گرچہ ان کے حصے کم ہیں لہٰذا ان میں خسارہ کا امکان بہت کم ہے۔

اسلامی بینکوں کے قیام سے مسلمانوں کے مالیاتی نظام کا عملی نفاذ ہوا ہے، ان بینکوں کی طرف مسلمانوں کی توجہ اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اس امت کا اسلام سے بہت گہرا ربط اور تعلق ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان بہت تیزی کے ساتھ اسلام کے اقتصادی نظام کی بہت فراہمی کررہے ہیں، اس سے ان میدانوں میں کام کرنے والے مخلص مسلمانوں کے اندر اس کام کو آگے بڑھانے کا جذبہ تیزی سے کام کررہا ہے۔

اسلامی بینکوں نے مقامی اقتصادی بیداری میں اہم رول ادا کیا ہے اور ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں کافی مدد دی ہے۔

کویت کے سرمایہ کاری کے ادارہ (Financing House) میں ۱۹۷۸ء میں ۹ ملین کویتی دینار کا کاروبار ہوا ۱۹۷۹ء میں ۶۲ ملین دینار کا اور ۱۹۸۰ء میں ۱۳۲ ملین دینار کا۔

دبئی کے اسلامی بینک میں ۱۹۸۱ء میں کاروبار کی مقدار ۱۹۸۰ء کے مقابلہ میں ۱۶۰ ملین درہم زیادہ تھی۔

کویت بینک میں سرمایہ کاری کی مقدار ۱۹۷۹ء میں بیس ہزار تھی اور ۱۹۸۰ء میں ۴۰ ہزار ہوگئی۔ اور قاہرہ کے فیصل اسلامی بینک میں جمع شدہ اموال کی مقدار ۳۴۵ فیصدی کے لحاظ سے بڑھ گئی ہے۔ اور منافع کا اوسط ۱۲،۳ فیصدی کے لحاظ سے بڑھ گیا ہے۔

کویت کے بینک کا خالص منافع ۱۹۷۸ء میں ۵۲۹،۶۵۷ دینار تھا جو ۱۹۷۹ء میں ۳،۴۷۹،۷۵۲ تک اور ۱۹۸۰ء میں ۹،۶۸۳،۶۳ دینار تک پہنچ گیا۔

بینک دبئی اسلامی میں منافعہ کی مقدار ۱۹۸۰ء میں ۶،۷۱۲،۰۰۰ درہم تھی جو ۱۹۸۱ء میں ۱۳۶۷۰۰۰ درہم تک پہنچ گئی۔

سودی بینکوں کے مقابلہ میں یہ منافع بہت زیادہ ہیں۔

لئے جو کارخانے قائم کر رکھے ہیں وہ بند ہو جائیں ان ملکوں میں سرمایہ کی کوئی کمی نہیں ہے صنعت کو فروغ دے سکتے ہیں اسلحہ کے لئے کارخانہ لگا سکتے ہیں اور بہت سے ترقیاتی اور تعمیراتی کاموں میں اپنے ملک کو خود کفیل کر سکتے ہیں اور سرمایہ جس مقدار میں ان کے پاس ہے اس کے ذریعہ یہ ممالک جوہری توانائی کے پلانٹ لگا سکتے ہیں اور اس کے لئے ہر ملک کوشش میں ہے اور سرگرداں ہے، اسلامی ممالک میں صرف پاکستان ایسا ملک ہے جس نے جوہری تحقیق کے میدان میں غیر معمولی ترقی کی ہے جب کہ دیگر مسلم ممالک ابھی جوہری طبیعیات کے تحقیق کے ادارے بھی قائم نہ کر سکے، مصر نے اس بابت ۱۹۶۱ء میں روس کے امداد و تعاون سے جوہری تحقیق کا ریکٹر نصب کیا تھا اور ۶۰۰ میگاواٹ کا ایک بجلی گھر کے نصب کا کام بھی جاری ہے مگر مقامی ماہرین کی عدم فراہمی سامان کی کمی اور دوسری مشکلات کی وجہ سے یہ بجلی گھر ۱۹۸۸ء سے پہلے مکمل نہ ہو سکے گا جب کہ مصر ۶ ہزار میگاواٹ کی طاقت کے آٹھ جوہری بجلی گھر نصب کرنا چاہتا تھا اور جدید معلومات کے مطابق مصر میں جوہری دھاتیں خاص طور سے تھوریم کے ذخائر بہت بڑے پیمانے پر دریافت ہوئے ہیں جس کا تخمینہ ۲۳ لاکھ ٹن لگایا گیا ہے۔ عراق میں دو تحقیقی جوہری ریکٹر جنوری ۱۹۶۸ء سے کام کر رہا ہے یہ ریکٹر روس نے فراہم کیا تھا، اور جو ریکٹر فرانس کے تعاون سے عراق نے تعمیر کیا تھا اسے اسرائیلی ایجنٹوں نے جزوی طور پر نقصان پہونچایا۔

اس قسم کے ریکٹر ایران، لیبیا، ترکی، انڈونیشیا، بنگلا دیش، الجزائر، کویت اور سعودی عرب میں طبیعیات کے انسٹی ٹیوٹ و تربیتی مراکز اسلامی ممالک میں ہیں جو فرانس، روس، امریکہ اور دیگر ممالک کے تعاون سے چلائے جا رہے ہیں مگر یہ بھی افسوسناک حقیقت ہے کہ اسلامی ممالک یورینیم اور تھوریم کے دریافت شدہ ذخائر کے نکالنے اور دھات کو صاف کر کے قابل استعمال بنانے کے سلسلہ میں ابھی تک کوئی قدم نہیں اٹھا پائے ہیں صرف نائجیریا واحد مسلم ملک ہے جہاں یورینیم کانوں سے نکالا جاتا ہے لیکن کانوں کا ٹھیکہ فرانسیسی اداروں کے پاس ہے اور یہ قیمتی دھات خام حالت میں کوڑیوں کے مول فرانس خرید لیتا ہے۔

مذکورہ چھ خلیجی ممالک نے وقت کی ایک اہم ضرورت کی طرف قدم اٹھایا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پایۂ تکمیل تک پہونچائے اور بدلتے ہوئے حالات کے تحت مزید وسائل کو کار آمد اور فائدہ اٹھانے کے موقف میں لائے، جوہری توانائی کا کمیشن قائم کیا جائے جس کا مقصد اسلامی ملکوں میں جوہری توانائی کا فروغ دینا ہو، ملک کو صنعت میں خود کفیل بنائے بلکہ دوسرے ممالک میں تھوریم اور یورینیم کے ذخائر کی کان کنی اور اسے قابل استعمال بنانے کے لئے مشترکہ منصوبہ تیار کرے، اور تیل سے مالا مال اور خاص طور سے خلیج کے ممالک اپنے کو اس وقت کے لئے تیار کریں جب تیل کے کنویں خشک ہونا شروع ہو جائیں گے، اس سے ان کے اندر استحکام حاصل ہوگا، قوت و خود اعتمادی حاصل ہوگی اور استحصالی ہاتھوں سے نجات حاصل کرنے کی بنیادیں ملیں گی اور اسی میں قوم کی عزت و سالمیت مضمر ہے۔

غزل

غیاث سنگرامی

تیرہ شبی کو میری پریشاں نہ کیجئے
للہ میرے گھر میں چراغاں نہ کیجئے

اتنا کرم نہ کیجئے احساں نہ کیجئے
مجکو شریکِ جشنِ بہاراں نہ کیجئے

اس طرح آپ خود کو نمایاں نہ کیجئے
یعنی متاعِ زیست کو ارزاں نہ کیجئے

یا چھوڑ دیجے فکر مآل و منال کی
یا پھر خیالِ شہرِ نگاراں نہ کیجئے

دشت جنوں میں خارِ مغیلاں کا کام ہے
یاں جستجوئے سنبل و ریحاں نہ کیجئے

روزِ ازل سے ہم رہے پروردۂ الم
اندیشۂ الم سے ہراساں نہ کیجئے

دستِ جفائے دوست کا مارا ہے یہ غیاث
اس کو قتیلِ ابرو و مژگاں نہ کیجئے

سوپر ڈسٹ کے اسپشلسٹ

عباس علاء الدین اینڈ کمپنی

Abbas Alauddin & Co.
WHOLESALE AND RETAIL TEA MERCHANTS.

44, Haji Building, S. V. Patel Road,
Null Bazar, BOMBAY. 3.
Tele: Add. CUPKETTLE
Phone { SHOP: 862220
RESI: 898684

اسپشل مکسچر	کپ برانڈ
اسپشل ممری	گولڈن ڈسٹ
ہوٹل مکسچر	فلاور بی، او، پی
سوداگر مکسچر	سوپر ڈسٹ

۴۴ - حاجی بلڈنگ، ایس، وی، پٹیل روڈ
نل بازار
بمبئی ۳

ہجرت

علامہ شبلی نعمانی رح

(اس وقت جبکہ دعوت حق کے جواب میں ہر طرف سے تلوار کی جھنکاریں سنائی دے رہی تھیں، حافظ عالم نے مسلمانوں کو دارالامان مدینہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا، لیکن خود وجود اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) جوان ستمگاروں کا حقیقی ہدف تھا، اپنے لئے حکم خدا کا منتظر تھا، مکہ کے باہر اطراف میں جو صاحب اثر مسلمان ہو چکے تھے، وہ جاں نثارانہ اپنی حفاظت کی خدمت پیش کرتے تھے قبیلہ دوس ایک محفوظ قلعہ کا مالک تھا، اس کے رئیس طفیل بن عمرو نے اپنا قلعہ پیش کیا کہ آپ یہاں ہجرت کر آئیں، لیکن آپ نے انکار فرمایا اسی طرح بنی ہمدان کے ایک شخص نے بھی یہی خواہش کی تھی، جب کو اس نے کہا کہ وہ اپنے اہل قبیلہ کو مطلع کر کے آئندہ سال آئے گا۔ لیکن کارساز قضا و قدر نے یہ شرف صرف انصار کے لئے مخصوص کیا تھا چنانچہ قبل ہجرت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خواب دیکھا کہ دار الہجرۃ ایک پر باغ و بہار مقام ہے خیال تھا کہ وہ یمامہ یا ہجر کا شہر ہوگا، لیکن وہ شہر مدینہ نکلا[۱])

نبوت کا تیرھواں سال شروع ہوا اور اکثر صحابہ مدینہ پہنچ چکے تو وحی الٰہی کے مطابق آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی مدینہ کا عزم کیا، یہ داستان نہایت پر اثر ہے اور اسی وجہ سے امام بخاری نے باوجود اختصار پسندی کے اس کو خوب پھیلا کر لکھا ہے اور حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے حضرت عائشہ کو اس وقت سات آٹھ برس کی تھیں لیکن ان کا بیان درحقیقت خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابو بکرؓ کا بیان ہے کہ انہی سے سن کر کہا ہوگا اور ابتدائے واقعہ میں وہ خود بھی موجود تھیں۔

قریش نے دیکھا کہ اب مسلمان مدینہ میں جا کر طاقت پکڑتے جاتے ہیں اور وہاں اسلام پھیلتا جاتا ہے اس بنا پر انہوں نے دار الندوہ میں جو دار الشوریٰ تھا، اجلاس عام کیا، ہر قبیلہ کے رؤسا یعنی عتبہ، ابو سفیان، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث بن کلدہ ابو البختری، ابن ہشام زمعہ بن اسود بن مطلب، حکیم بن حزام ابو جہل، نبیہ، منبہ، امیہ بن خلف وغیرہ وغیرہ سب شریک تھے لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں، ایک نے کہا محمدؐ کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال کر مکان میں بند کر دیا جائے۔ دوسرے نے کہا جلا وطن کر دینا کافی ہے۔ ابو جہل نے کہا "ہر قبیلہ سے ایک شخص انتخاب ہو، اور پورا مجمع ایک ساتھ مل کر تلواروں سے ان کا خاتمہ کر دے، اس صورت میں ان کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا اور آل ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اس اخیر رائے پر اتفاق ہو گیا اور جھٹ پٹے سے آکر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آستانہ مبارک کا محاصرہ کر لیا اہل عرب زنانہ مکان کے اندر گھسنا عیب سمجھتے تھے اس لئے باہر ٹھہرے رہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم نکلیں تو یہ فرض ادا کیا جائے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قریش کو اس درجہ عداوت تھی، تاہم آپکی دیانت پر یہ اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال یا اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا، آپ ہی کے پاس لا کر رکھتا تھا، اس وقت بھی آپ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں، آپکو قریش کے ارادہ کی پہلے سے خبر ہو چکی تھی اس بنا پر حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا، تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو، صبح کو سب کی امانتیں جا کر واپس دے آنا۔ یہ سخت خطرے کا موقع تھا، حضرت علیؓ کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں، اور آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر خواب قتل گاہ کی زمین ہے، لیکن فاتح خیبر کے لئے قتل گاہ فرش گل تھا۔

ہجرت سے دو تین دن بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت حضرت ابو بکرؓ کے گھر پر گئے، دستور کے موافق دروازہ پر دستک دی اجازت کے بعد گھر میں تشریف لے گئے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کچھ مشورہ کرنا ہے سب کو ہٹا دو بولے کہ آپ کے حرم کے سوا کوئی اور نہیں ہے، (اس وقت حضرت عائشہ سے شادی ہو چکی تھی) آپؐ نے فرمایا مجھ کو ہجرت کی اجازت ہو چکی ہے حضرت ابو بکرؓ نے نہایت بے تابی سے کہا "میرا باپ آپ پر فدا ہو کیا مجھ کو بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوگا، ارشاد ہوا، ہاں حضرت ابو بکرؓ نے ہجرت کے لئے چار مہینے سے دو اونٹنیاں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کی تھیں عرض کی کہ ان میں سے ایک آپ پسند فرمائیں۔ محسن عالم کو کسی کا احسان گوارا نہیں ہو سکتا تھا ارشاد ہوا، اچھا مگر بہ قیمت حضرت ابو بکرؓ نے مجبوراً قبول کیا، حضرت عائشہ اس وقت کمسن تھیں، ان کی بڑی بہن حضرت اسماءؓ نے جو حضرت عبد اللہ بن زبیر کی ماں تھیں، سفر کا سامان کیا، دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا، نطاق جسکو کمر سے لپیٹتی ہیں، پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان کا منھ باندھا، یہ وہ شرف تھا جس کی بنا پر آج تک ان کو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے[۲]۔

کفار نے جب آپؐ کے گھر کا محاصرہ کیا اور رات زیادہ گذر گئی تو قدرت نے انکو بے خبر کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سوتا چھوڑ کر باہر آئے، کعبہ کو دیکھا اور فرمایا، مکہ تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے، لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے۔ حضرت ابو بکرؓ سے پہلے سے قرارداد ہو چکی تھی، دونوں صاحب پہلے جبل ثور کے غار میں جا کر پوشیدہ ہوئے یہ غار آج بھی موجود ہے اور بوسہ گاہ خلائق ہے[۳]، حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے عبد اللہ جو نوخیز جوان تھے شب کو غار میں ساتھ سوتے صبح منھ اندھیرے شہر چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا مشورے کر رہے ہیں، جو کچھ خبر ملتی شام کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کرتے، حضرت ابو بکرؓ کا غلام کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لاتا اور آپ اور حضرت ابو بکرؓ ان کا دودھ پی لیتے، تین دن تک صرف یہی غذا تھی، لیکن ابن ہشام نے لکھا ہے کہ روزانہ شام کو حضرت اسماءؓ گھر سے کھانا پکا کر غار میں پہنچا آتی تھیں اسی طرح تین راتیں غار میں گذریں۔

صبح کو قریش کی آنکھیں کھلیں تو پلنگ پر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بجائے حضرت علیؓ تھے ظالموں نے آپ کو پکڑا اور حرم میں لے جا کر تھوڑی دیر محبوس رکھا اور چھوڑ دیا پھر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں نکلے ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے غار کے دہانہ تک آگئے آہٹ پا کر حضرت ابو بکرؓ غمزدہ ہوئے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی کہ اب دشمن اس قدر قریب آگئے کہ اگر اپنے قدم پر ان کی نظر پڑ جائے تو ہم کو دیکھ لیں گے آپ نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا (توبہ) گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔

مشہور ہے کہ جب کفار غار کے قریب آگئے تو خدا نے حکم دیا، دفعۃً ببول کا درخت اگا، اور اس کی ٹہنیوں نے پھیل کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھپا لیا، ساتھ ہی دو کبوتر آئے اور گھونسلا بنا کر انڈے دیئے۔ حرم کے کبوتر انہی کبوتروں کی نسل سے ہیں اس روایت کو مواہب لدنیہ میں تفصیل سے نقل کیا ہے اور زرقانی نے بزار وغیرہ سے اس کے ماخذ بتائے ہیں لیکن یہ تمام روایتیں غلط ہیں۔ اس روایت کا اصلی راوی عون بن عمرو ہے، اس کی نسبت امام فن رجال یحییٰ بن معین کا قول ہے "لاشیٔ" یعنی ہیچ ہے، امام بخاری نے کہا ہے کہ "وہ منکر الحدیث اور مجہول ہے اس روایت کا ایک اور راوی ابو مصعب مکی ہے وہ مجہول الحال ہے چنانچہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں عون بن عمرو کے حال میں یہ تمام اقوال نقل کئے ہیں اور خود اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے

بہر حال چوتھے دن آپ غار سے نکلے عبد اللہ بن اریقط ایک کافر جس پر اعتماد تھا، رہنمائی کے لئے اجرت پر مقرر کر لیا گیا وہ آگے آگے راستہ بتاتا جاتا تھا، ایک رات دن برابر چلتے گئے۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت دھوپ سخت ہو گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے چاہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سایہ میں آرام فرمائیں، چاروں طرف نظر ڈالی، ایک چٹان کے نیچے سایہ نظر آیا، سواری سے اتر کر زمین جھاڑی، پھر اپنی چادر بچھائی، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آرام فرمایا، پھر تلاش میں نکلے کہ کہیں کچھ کھانے کو

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۵ باب، اری ملی ان قاتل نفسہ لا یکفر (۲) مستدرک ج ۲ صفحہ ۲۱۳
(۳) زرقانی علی المواہب ج اول صفحہ ۲۵۹ (۲) صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مل جائے تو لائیں پاس ہی ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا، اس سے کہا کہ ایک بکری کا تھن گرد و غبار سے صاف کر دے، پھر اس کے ہاتھ صاف کرائے اور دودھ دوہایا، برتن کے منھ پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑنے پائے، دودھ لے کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور تھوڑا سا پانی ملا کر پیش کیا، آپ نے پی کر فرمایا کہ کیا ابھی چلنے کا وقت نہیں آیا؟ آفتاب ڈھل چکا تھا، اس لئے آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔

قریش نے اشتہار دیا تھا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابو بکر کو گرفتار کر کے لائے گا، اس کو ایک خوں بہا کے برابر (یعنی سو اونٹ) انعام دیا جائے گا، سراقہ بن جعشم نے سنا تو انعام کی امید میں نکلا، عین اس حالت میں کہ آپ روانہ ہو رہے تھے، اس نے آپ کو دیکھ لیا اور گھوڑا دوڑا کر قریب آ گیا، لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی وہ گر پڑا، ترکش سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ جواب میں "نہیں" نکلا لیکن سو اونٹوں کا گرانبہا معاوضہ ایسا نہ تھا کہ تیر کی بات مان لی جاتی، دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا، ابکی گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے، گھوڑے سے اتر پڑا اور پھر فال دیکھی اب بھی وہی جواب تھا، لیکن مکرر تجربہ نے اس کی ہمت پست کر دی اور یقین ہو گیا کہ یہ کچھ اور آثار ہیں، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ کر قریش کے اشتہار کا واقعہ سنایا، اور درخواست کی کہ مجھ کو امن کی تحریر لکھ دیجئے، حضرت ابو بکر کے غلام عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر فرمان امن لکھ دیا۔

حسن اتفاق یہ ہے حضرت زبیر شام سے تجارت کا سامان لے کر آ رہے تھے، انہوں نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں چند بیش قیمت کپڑے پیش کئے، جو اس بے سروسامانی میں غنیمت تھے۔

ابن سعد نے طبقات میں اس مقدس سفر کی تمام منزلیں گنائی ہیں۔ اگرچہ عرب کے نقوش میں آج ان کا نشان نہیں ملتا، تاہم عقیدت مند صرف نام سے لذت یاب ہو سکتے ہیں، خرار، ثنیۃ المرۃ، لقف، مرجح، حدائد، اذاخر، رابغ (یہ مقام آج بھی حجاج کے رستے میں آتا ہے، یہاں آپ نے مغرب کی نماز پڑھی) ذا سلم، عثانیہ، قاحہ، عرج، جدوات، رکوبۃ، عقیق جحاثہ،

تشریف آوری کی خبر مدینہ میں پہنچ چکی تھی، تمام شہر ہمہ تن چشم انتظار تھا، معصوم بچے فخر اور جوش میں کہتے پھرتے تھے، "پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے ہیں۔" لوگ ہر روز تڑکے سے نکل نکل کر شہر کے باہر جمع ہوتے اور دوپہر تک انتظار کر کے حسرت کے ساتھ واپس چلے آتے، ایک دن انتظار کر کے واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی نے قلعہ سے دیکھا اور قرائن سے پہچان کر پکارا کہ اے اہل عرب لو تم جس کا انتظار کرتے تھے وہ آ گیا۔ تمام شہر تکبیر کی آواز سے گونج اٹھا، انصار ہتھیار سج سج کر بیتابانہ گھروں سے نکل آئے۔

مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر جو بالائی آبادی ہے اس کو عالیہ اور قبا کہتے ہیں، یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے، ان میں سب سے زیادہ ممتاز عمرو بن عوف کا خاندان تھا اور کلثوم بن الہدم خاندان کے افسر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پہنچے تمام خاندان نے جوش مسرت میں اللہ اکبر کا نعرہ مارا، یہ فخر ان کی قسمت میں تھا کہ میزبان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی مہمانی قبول کی، انصار ہر طرف سے جوق جوق آتے اور جوش عقیدت سے سلام عرض کرتے۔ اکثر اکابر صحابہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ میں آ چکے تھے، وہ بھی انہی کے گھر میں اترے تھے، چنانچہ حضرت ابو عبیدہ، مقداد، خباب، سہیلؓ، صفوانؓ، عیاضؓ، عبد اللہؓ، ابن مخرمہ، وہب بن سعد، معمر بن ابی سرحؓ عمیرؓ بن عوف اب تک انہی کے مہمان تھے۔

جناب امیرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روانہ ہونے کے تین دن بعد مکہ سے چلے تھے وہ بھی آ گئے اور یہیں ٹھہرے، تمام مورخین اور ارباب سیر لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں صرف چار دن قیام کیا، لیکن صحیح بخاری میں چودہ دن ہے اور یہی قرین قیاس ہے۔

یہاں آپ کا پہلا کام مسجد کا تعمیر کرانا تھا حضرت کلثوم کی ایک افتادہ زمین تھی، جہاں کھجوریں سکھلائی جاتی تھیں، یہیں دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی، یہی مسجد ہے جس کی شان میں قرآن مجید میں ہے۔

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ

(توبہ ۱۳)

ترجمہ۔ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے، وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت پسند ہے اور خدا صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

مسجد کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ آپ خود بھی کام کرتے تھے، بھاری بھاری پتھروں کے اٹھاتے وقت جسم مبارک خم ہو جاتا تھا، عقیدت مند آتے اور عرض کرتے ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ چھوڑ دیں ہم اٹھا لیں گے، آپ انکی درخواست قبول فرماتے، لیکن پھر اسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھا لیتے،

حضرت عبد اللہ بن رواحہ شاعر تھے وہ بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے اور جس طرح مزدور کام کرنے کے وقت تھکن مٹانے کو گاتے جاتے ہیں، وہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

افلح من یعالج المساجدا
ویقرأ القرآن قائماً وقاعداً
ولا یبیت اللیل عنہ راقدا

ترجمہ۔ وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے اور رات کو جاگتا رہتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے تھے۔

قبا میں آپ کا داخلہ اسلام کے دور خاص کی ابتدا ہے، اس لئے مورخین نے اس تاریخ کو زیادہ اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔ اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ آٹھ ربیع الاول سنہ ۱۳ نبوی (مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء) تھی، (محمد بن) موسیٰ خوارزمی نے لکھا ہے کہ جمعرات کا دن اور فارسی ماہ تیر کی چوتھی تاریخ، اور رومی ماہ ایلول ۹۳۳ سکندری کی دسویں تاریخ تھی مورخ یعقوبی نے ہیئت دانوں سے بزائچہ نقل کیا ہے۔

آفتاب	برج سرطان میں	۲۳ درجہ ۶ دقیقہ پر
زحل	برج اسد میں	۴ درجہ
مشتری	برج حوت میں	۶ درجہ
زہرہ	برج اسد میں	۱۳ درجہ
عطارد	برج اسد میں	۱۵ درجہ

چودہ دن کے بعد (جمعہ کو) آپ شہر کی طرف تشریف فرما ہوئے (راہ میں) بنی سالم کے محلہ میں نماز کا وقت آ گیا، جمعہ کی نماز یہیں ادا فرمائی، نماز سے پہلے خطبہ دیا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلی نماز جمعہ، اور سب سے پہلا خطبۂ نماز تھا، لوگوں کو جب تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی تو ہر طرف سے لوگ جوش مسرت سے پیشقدمی کے لئے دوڑے، آپؐ کے ننھیالی رشتہ دار بنو نجار ہتھیار سج سج کر آئے، قبا سے مدینہ تک دو رویہ جاں نثاروں کی صفیں تھیں، راہ میں انصار کے خاندان آتے تھے ہر قبیلہ سامنے آ کر عرض کرتا "حضور! یہ گھر ہے، یہ مال ہے، یہ جان ہے" آپ منت کا اظہار فرماتے اور دعائے خیر دیتے، شہر قریب آ گیا تو جوش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خاتونیں چھتوں پر نکل آئیں، اور گانے لگیں،

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
ما دعی للہ داعی

(چاند نکل آیا ہے، کوہ وداع کی گھاٹیوں سے، ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں)۔

معصوم لڑکیاں دف بجا بجا کر گاتی تھیں،

نحن جوار من بنی النجار
یا حبذا محمداً من جار

(ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اچھا ہمسایہ ہے)۔

آپؐ نے ان لڑکیوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا "کیا تم مجھ کو چاہتی ہو؟" بولیں "ہاں" فرمایا کہ "میں بھی تم کو چاہتا ہوں"۔

جہاں اب مسجد نبویؐ ہے، اس سے متصل حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا گھر تھا، کوکبۂ نبویؐ یہاں پہونچا، سخت کشمکش تھی کہ آپؐ کی میزبانی کا شرف کس کو حاصل ہو؟ قرعہ ڈالا گیا اور آخر یہ دولت حضرت ابو ایوبؓ کے حصہ میں آئی۔

حضرت ابو ایوبؓ کا مکان دو منزلہ تھا، انھوں نے بالائی منزل پیش کی، لیکن آپ نے زائرین کی آسانی کے لئے نیچے کا حصہ پسند فرمایا، ابو ایوبؓ دونوں وقت آپؐ

(بقیہ ص۷ پر)

ایران میں شیخ ضیائی گرفتار

تعمیر حیات کے گزشتہ شمارہ میں، ایران کے اہم اور معروف و محترم سنی راہنما شیخ ضیائی کا انٹرویو، کویت کے ہفت روزہ "المجتمع" سے ترجمہ کر کے شائع کیا گیا تھا، اس میں "اسلامی جمہوری ایران" یا امام خمینی کے انقلابی ایران میں سنی مسلمانوں کو درپیش مسائل و مشکلات اور ان کے بارہ میں انقلابی حکومت کے رویہ اور انقلابی راہنماؤں کے طرز عمل پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ شیخ محمد بن محمد صالح ضیائی ایران میں آباد عرب سنیوں کے مقبول و محترم اور معتدل راہنما ہیں۔ ان کی حقیقت پسندی اور ان کا اعتدال ان کے انٹرویو میں نمایاں تھا، انھوں نے جہاں سنیوں کو درپیش مسائل و مشکلات سے نقاب کشائی کی تھی وہیں انقلابی حکومت کے خلاف بعض اتہامات اور غلط افواہوں کی تردید بھی کی تھی، اس کے باوجود انقلابی جمہوری حکومت کی نظر عتاب سے نہیں بچ سکے اور خبر ملی ہے کہ شیخ ضیائی کو گرفتار کر لیا گیا ہے، خبر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیخ کی گرفتاری ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ان کے مشہد "عوض" میں ایرانی پاسداران انقلاب نے تشدد سے کام لیا اور دسیوں مرد اور عورتیں موت کے گھاٹ اتار دی گئیں۔

اگر یہ خبر صحیح ہے تو چند سوالات ایک عام مسلمان کے ذہن میں سر ابھارتے ہیں:-

۱۔ کیا قید و بند، تعذیب اور قتل و خون ہی اسلامی اخلاق و آداب کا نمونہ ہے؟

۲۔ ایرانی حکام جمہوریت اور آزادی کے نعرے بلند کرتے تھکتے نہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایران کے تمام طبقات اور گروہوں کو مکمل سیاسی اور مذہبی آزادی حاصل ہے، لیکن شیخ ضیائی اور ان کے متبعین کے ساتھ پاسداران انقلاب کا یہ رویہ کیا ان نعروں اور دعووں کی تکذیب نہیں کر رہا ہے؟

۳۔ موجودہ ایرانی حکام دنیا کو یہ باور کرانے کی جان توڑ کوشش کر رہے ہیں لیکن سنیوں کے ساتھ ظالمانہ سلوک کے ساتھ دنیا ان دعووں پر کیسے یقین کر سکتی ہے؟

۴۔ کیا ہم یہ امید کر سکتے ہیں کہ ایران کے ذمہ داران اپنے رویہ پر نظر ثانی کریں گے اور پاسداران انقلاب کو عدل و انصاف کے حدود کا پابند کر سکتے ہیں؟

بقیہ ص: ۶

کی خدمت میں کھانا بھیجتے اور آپ جو چھوڑ دیتے ابو ایوبؓ اور ان کی زوجہ کے حصہ میں آتا، کھانے میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کا نشان پڑا ہوتا ابو ایوبؓ بھی تبرکاً وہیں انگلیاں ڈالتے۔

ایک دن اتفاق سے بالائی منزل میں پانی کا برتن ٹوٹ گیا، اندیشہ ہوا کہ پانی بہہ کر نیچے جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو، گھر میں اوڑھنے کا صرف ایک لحاف تھا، حضرت ابو ایوبؓ نے اس کو ڈال دیا کہ پانی جذب ہو کر رہ جائے۔

آنحضرتؐ نے سات مہینے تک یہیں قیام فرمایا، اس اثناء میں جب مسجد نبویؐ اور اس کے پاس کے حجرے تیار ہو گئے تو آپؐ نے نقل مکان فرمایا،

مدینہ میں آ کر آپ نے حضرت زیدؓ (اور اپنے غلام ابو رافع) کو دو اونٹ اور پانچسو درہم دے کر بھیجا کہ مکہ جا کر صاحبزادیوں اور حرم نبوی کو لے آئیں، حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے عبد اللہؓ کو لکھا کہ وہ بھی اپنی ماں اور بہنوں کو لے کر چلے آئیں — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے حضرت رقیہؓ، حضرت عثمانؓ کے ساتھ حبش میں تھیں، حضرت زینبؓ کو ان کے شوہر نے آنے نہ دیا، زید حضرت فاطمہؓ زہرا، (اور حضرت ام کلثومؓ) اور حضرت سودہؓ (زوجہ محترم نبوی) کو لے کر آئے، حضرت عائشہؓ اپنے بھائی عبد اللہ کے ساتھ آئیں۔

بقیہ ص: ۲

خرچ نہیں کرتے، ان کو اس دن کے عذاب الیم کی خبر سنا دو، جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پیٹھیں داغی جائیں گی، (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو)۔

اسلام اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا نام ہے، دین کے احکامات و ارکان پر عمل یہ دین کی اصل روح ہے جو عمل سے عاری ہو وہ بے دین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

(عمران - ۱۹)

(دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے)

دوسری جگہ فرمایا:

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ (عمران - ۸۵)

(جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا)۔

جب دین مطلق خود سپردگی اور اطاعت کاملہ کا نام ہے تو جو شخص کسی بھی اسلامی رکن کو ترک کرے گا وہ مسلم کامل نہیں بلکہ منافق شمار ہوگا، وہ صرف اسلام کا بلیبل لگائے ہوئے ہے۔ اسلامی ارکان و احکامات پر عمل نہ کرنے ہی کی وجہ سے اسلامی اتحاد کی لڑی کی ہر ہر کڑی الگ ہو رہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹتی جائیں گی، پہلے اس کے احکام ٹوٹیں گے پھر آخر میں نماز ختم ہوگی۔

دین اسلام کے اندر اس کمزوری نے بندہ اور خدا کے روحانی تعلق کو کمزور کر دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت پر اعتماد و بھروسہ نہ ہونے کی وجہ سے دلوں میں اضطراب و بے چینی پیدا ہو گئی ہے، جس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں ضعف و کمزوری پیدا ہو گئی ہے، مسلمانوں کے حالات اس وقت تک نہیں سدھر سکتے، انھیں ان کا کھویا ہوا مقام اس وقت تک نہیں مل سکتا، جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کریں اور دین کو مضبوطی سے تھام نہ لیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا۔ (طٰہٰ - ۱۱۲)

(اور جو نیک کام کریگا اور مومن بھی ہوگا تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا)۔

اگر دین سے ہمارا تعلق ہوتا اور ہم دین کے پابند ہوتے، تو ہم معزز و باعزت ہوتے، ہر میدان میں قوی و توانا ہوتے ہمارے ارادوں میں قوت عمل و تاثیر ہوتی، باہم ایک دوسرے کے ساتھ روابط و تعلقات مضبوط و مستحکم ہوتے، اور اپنے و پرائے کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں دینی احکامات کا پاس و لحاظ ہوتا، یہ تعلقات دینی اصولوں پر قائم ہوتے، دین ہی کی بنیاد پر لین دین کرتے اور محبت و دشمنی کی بنا بھی دین ہی ہوتا، اسی کے نام پر ملتے اور جدا ہوتے، اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہمارے لئے اسوۂ کامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ"

(اور تم کو پیغمبر خدا کی پیروی کرنی بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے خدا سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو)۔

اسلاف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات کو اور آپ کی تعلیمات و معمولات کو اپنے سامنے رکھا اور اس کی برکت سے وہ شرف و عزت کی چوٹی پر پہنچے، وہ دنیا کے مقتدیٰ اور پیشوا بنے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ان کے لئے پورا ہوا۔

"وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا"

(النور - ۵۵)

(جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا، جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا، اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے، مستحکم و پائدار کریگا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔

قرآن مجید اور ۱۹ کا عدد

مولانا عبدالقدوس ہاشمی

کوئی سال ڈیڑھ سال سے کئی کتابچے اور اشتہارات مجھے اس مضمون کے بھیجے گئے ہیں کہ قرآن مجید میں ۱۹ کے عدد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور کمپیوٹر کے ذریعہ مختلف حروف کی تعداد کو جمع اور ضرب کے عمل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ سب ۱۹ کے گرد گھومتے ہیں اور یہی قرآن مجید کی ریاضیاتی بنیاد ہے۔ یہ ریاضیاتی بنیاد قرآن مجید کا معجزہ ہے اور کتاب اللہ کے الہامی ہونے کی دلیل ہے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ امریکہ میں کمپیوٹر کے ذریعہ اس کی تحقیق کی گئی ہے اور وہیں سے پھیلایا جارہا ہے۔ قرآن مجید کا یہ معجزہ پچھلے چند سال کے اندر ظاہر ہوا ہے جو پہلے کسی کو معلوم نہ تھا۔

اس تحقیق کی بنیاد اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ المدثر کی آیت ۳۰ میں جہنم پر متعین فرشتوں کی تعداد ۱۹ بتائی ہے۔ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم میں حروف کی تعداد ۱۹ ہے اس کے بعد مختلف حروف کی تعداد کو ۱۹ یا ۱۹ کا حاصل ضرب ثابت کرکے یہ تاثر پیدا کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کا ایک ریاضیاتی نظام ہے اور وہ ۱۹ کے عدد پر قائم ہے۔

اس سلسلے میں جتنے اشتہارات اور کتابچے ملے میں نے انہیں بہت غور کے ساتھ بار بار پڑھا سب سے پہلے دو سوالات ذہن میں آئے۔ اول یہ کہ قرآن مجید میں تو اور بہت سے اعداد مختلف آیات میں مذکور ہیں۔ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور اسی طرح ۱۹، ۲۰، ۳۰، ۴۰، سو، ہزار سب ہی مذکور ہیں۔ فرشتوں کی تعداد بھی اگر سورہ المدثر کی آیت ۳۰ میں ۱۹ بتائی گئی ہے تو سورہ الحاقہ آیت ۱۷ میں حاملان عرش کی آٹھ بتائی گئی ہے پھر صرف ۱۹ کے عدد ہی کو کیوں ریاضیاتی بنیاد بتایا جارہا ہے۔ کیا اس عدد سے کسی کی عقیدت وابستہ ہے۔ دوم یہ کہ جن لوگوں نے امریکہ سے یہ آواز اٹھائی ہے وہ کون لوگ ہیں۔ واس سے قبل کہ اس نظریہ کی عقلی و عملی تحلیل کی جائے۔ ان دونوں سوالوں کو حل کر دیا جائے۔

۱۔ دنیا کے مختلف علم الاصنام (میتھالوجی) میں اعداد کے اثرات کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے بلکہ اس زمانہ میں بھی چیرو وغیرہ کی تصنیفات علم الاعداد کے اثرات کو ظاہر کرتی ہیں۔ اسکندریہ اور شام سے جب ماقبل الاسلام کے بت پرستانہ اوہام مسلمانوں میں پھیلے تو یہ افکار مسلمانوں میں بھی آگئے یہاں تک کہ ۷۸۶ کا عدد بجائے بسم اللہ استعمال ہونے لگا۔ اور آہستہ آہستہ یہ واہمہ اتنی ترقی کر گیا کہ قرآن مجید کی ہر سورۃ اور ہر آیت کے اعداد جمل تیار ہوئے اور ان سے تعویذوں کا کام اب بھی لیا جاتا ہے۔ ۱۹ کا عدد سب سے بڑی اکائی ہے ۹ اور اولین عدد ۱ کا مرکب ہے اس سے بڑی بڑی کرامات لوگوں نے وابستہ کی ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں نے ان اوہام کو کبھی قبول نہیں کیا مگر جاہل عوام چالاک پیشواؤں کے پھندوں میں کچھ نہ کچھ پھنستے رہے اور آج بہت سے لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔

۲۔ اس وقت جو ۱۹ کی اہمیت قرآن مجید میں ثابت کی جاری ہے وہ بہائیوں کی تبلیغی مساعی کی پیداوار ہے کئی ہزار بہائی امریکہ میں رہتے ہیں۔ ان کے عقیدہ میں ۱۹ عدد پوری کائنات کا بنیادی عدد ہے اس پر سارا جہان قائم ہے انہوں نے حسابی مغالطہ دے کر مسلمانوں کو متاثر کرنے کی ایک جدوجہد کے طور پر اسے شروع کیا ہے اور ہر زبان میں اس کی اشاعت ہو رہی ہے۔

عدد ۱۹ کی برتری کا عقیدہ انہوں نے اس طرح قائم کیا ہے کہ بابی مذہب کا بانی علی محمد باب ۱۸۱۹ء میں شیراز کے ایک شیعہ گھرانے میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۵۰ء میں اسے بجرم بغاوت پھانسی دی گئی اس کے بعد بابی یعنی اس کے ماننے والے تین فرقوں میں بٹ گئے۔ بابی اصلی بہاء اللہ مرزا حسین علی نوری کے پیرو بہائی کہلائے نوری نورازل کے پیرو ازلی۔ علی محمد باب نے قرآن مجید کے مقابلہ میں ایک کتاب "البیان" بھی لکھی ہے اور بہاء اللہ نے بھی ایک کتاب "الاقدس" تیار کی ہے جسے بہائی قرآن مجید کے برابر الہامی مانتے ہیں۔ ان کے عقیدے میں علی محمد باب ظہور ثانی تھا۔ اس کا سال پیدائش ۱۸۱۹ ہے اور اس کو جمع کیجئے تو ۱۹ کا عدد حاصل ہوتا ہے ۱+۸+۱+۹=۱۹ اس عقیدہ کے بعد بہائی کائنات کی ریاضیاتی بنیاد ۱۹ کو قرار دیا گیا۔ بہائیوں کی مذہبی تقویم میں ۱۹، ۱۹ دن کے ۱۹ مہینے ہوتے ہیں ۱۹×۱۹=۳۶۱ شمسی سال کے باقی چار دن کو سال کے ایام منتشرہ قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح ۳۶۵ دن پورے کرلئے گئے ہیں۔ ازلی فرقہ تو یحییٰ نورازل کے جلدی وفات پاجانے کے بعد کچھ پھل پھول نہ سکا لیکن بہائی خوب پھلے پھولے۔ بہاء اللہ اور اس کے بعد شوقی ایک دوسرے کے بعد مہدی اور معلم ہوتے رہے۔ آج کل دولت اسرائیل انکی سرپرست ہے اور فلسطین میں مقام ان کا صدر مقام ہے۔ یہ لوگ جگہ جگہ اپنا تبلیغی مرکز "بہائی حال" بناتے ہیں اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ مگر خفیہ طور پر اپنا کام کرتے ہیں۔ آگرہ میں اور دہلی میں ان کے مراکز ہیں۔ کراچی میں بزنس ریکارڈر روڈ پر ان کا بہائی حال ہے۔ ہر جگہ دیواروں پر ۱۹ کا عدد لکھا ہوتا ہے۔ ہر تحریر کو ۱۹ سے شروع کرتے ہیں اور ہر نشستہ پر ۱۹ کا عدد نمایاں طور پر لکھا جاتا ہے۔

اوپر کی تحریر و تحلیل سے ہم ان دو سوالوں کے جواب تو پالیتے ہیں کہ عدد ۱۹ کا انتخاب کیوں کیا گیا اور کون لوگ اس مہم کو چلا رہے ہیں۔ رہا اس پورے نظریہ کا عملی جائزہ تو اس کے لئے کسی طویل تحریر کی ضرورت نہیں ذرا غور کیجئے تو اس نظریہ میں نہاں جہالت اور مغالطہ کھل کر سامنے آجائے گا۔

۱۔ اگر کسی کتاب میں کوئی عدد، حرف یا اعراب یکساں لوٹے تو کیا ایسا ہونا کتاب کو الہامی ثابت کرتا ہے اگر چاول کا رنگ سفید ہے تو یہ بات زمین کے گردی ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے؟ یہ معیار کس نے قائم کیا اور دعویٰ و دلیل کے مابین منطقی تعلق کیا ہے۔

۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے حروف خاص طرز کتابت کی وجہ سے ۱۹ نظر آتے ہیں ورنہ اصلاً ۲۱ ہیں باسم اللہ الرحمان الرحیم۔ اس میں اسم کا الف نہیں لکھا جاتا ہے اور رحمن اصل میں فعلان کے وزن پر سعدان، عفران، حیران وغیرہ کی طرح رحمان ہے۔ خود قرآن مجید کی پہلی وحی میں "اقرا باسم ربک" موجود ہے سبح باسم ربک" موجود ہے۔ سب جگہ الف لکھا جاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید آسمان سے تحریری شکل میں نازل نہیں ہوا تھا اس لئے اس کے رسم الخط سے کوئی استدلال صحیح نہیں ہو سکتا۔ رسم الخط اس خط کا مروجہ عربی رسم الخط ہے۔ اسکا وحی والہام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کوئی لفظ اس نے لکھا یا کس نے یہ کام انسانوں نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا ہے۔ اور آج کل جس خط میں قرآن مجید لکھا جاتا ہے وہ تو ابن مقلہ متوفی ۳۲۹ھ کا بنایا ہوا خط ہے۔

۳۔ سورہ الاعراف میں بسطۃ بص آواز میں عدنانی قبائل کے تلفظی فرق کو ظاہر کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔ ورنہ عربی میں بصطہ کوئی مادہ نہیں ہے۔ یہ استدلال محض نادانی اور جہالت کا کرشمہ ہے۔

اس طرح جمع تفریق اور ضرب و تقسیم کرکے بیسوں عددی عجائبات قرآن مجید میں بلکہ معمولی انسانی تصانیف میں بھی پیدا کئے جاسکتے ہیں مثلاً حٰم کے اعداد جمل ۴۸ کو اگر سورہ الحاقہ میں بیان کئے ہوئے عدد یعنی ۸ پر تقسیم کیا جائے تو ۶ کا عدد برآمد ہوگا اور ۶ سورتوں کے اوائل میں ہے قرآن مجید میں ۲۹ سورتوں پر ۱۴ حروف بھی بطور حروف مقطعات موجود ہیں اور یہ ۱۴ گروپ ہیں ۱۴×۱۴=۱۹۶ اور اس عدد کو اصحاب کہف کے عدد ۷ پر تقسیم کیا جائے تو چاند کے ۲۸ ملعات کا عدد ہو جائے گا۔ اس طرح جتنے عجائبات عددی چاہیں کسی کتاب سے نکال سکتے ہیں کتنی دلچسپ ابلہ فریبی ہے کہ اس قسم کے حسابی اور عددی عجائبات کو قرآن مجید کے معجزہ وحی آسمانی ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جائے۔ انسان طبعاً عجوبہ پسند ہوتا ہے۔ اس لئے اچھے خاصے ذی ہوش اور تعلیم یافتہ لوگ بھی ایسی باتوں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور ابلہ فریبی کے چکر میں پھنس جاتے ہیں۔ خدا ہم سب کو وہم سے بچائے اور بہائیوں کے اس چکر سے محفوظ رکھے اور اس سے بڑھ کر اور ابلہ فریبی کیا ہوگی کہ قرآن مجید جو تحریری صورت میں نازل ہی نہیں ہوا تھا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے صحابہ حرف شناس تھے اس کے اعجاز در کمال کی بنیاد کس طرح حروف کی تعداد پر رکھی جائے۔ صحابہ و صحابیات میں کتنی خواتین تھیں جو لکھ پڑھ سکتی تھیں۔ جو حرف شناس نہ ہو اس کے لئے س اور ص بلکہ ل۔ اور ص کے مابین فرق معلوم کرنے کا کیا ذریعہ ہے۔ سبحان اللہ، اگر یہی قرآن مجید کا ریاضی نظام ہے تو اس سے واقفیت نہ رسول کو تھی اور نہ کسی صحابی یا صحابیہ کو اور یہ راز کھلا تو ایک علامہ الدنیا پر چودھویں صدی ہجری کے اواخر میں۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

عالم اسلام میں نشاۃ نو کی جدوجہد اور جدید مشکلات

مولانا واضح رشید ندوی، ایڈیٹر "الرائد"
ترجمہ: وزیر احمد الاعظمی

۱۴۰۲ھ کے اختتام پر عالم اسلام کئی صدموں سے دوچار ہوا جب کہ وہ نشاۃ ثانیہ کی راہ پر آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا اس عہد میں فکر اسلامی کے قائدین کو قومی نظریاتی اور سیاسی مسائل میں الجھانے کی کوشش کی گئی اور یہ کوشش اس اعتبار سے ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی کہ انھوں نے تعمیر نو کے کام کی رفتار سست کردی لیکن اس کے ساتھ ساتھ واقعات جس طرز پر رونما ہوئے اس نے عالم اسلام کو اپنی ذاتی صلاحیت پر اعتماد اور ذاتی سرمایہ پر توجہ کا ذہن بیدار کر دیا۔ خدا کے فضل و کرم سے اسلام دشمن عناصر کی سازشوں کا نتیجہ ان کی توقع کے برعکس نکلا بلکہ یہ صدمے ایک حد تک مسلمانوں کے لئے مہمیز ثابت ہوئے ان کو اس پر پورا اعتماد ہو گیا کہ عملی میدانوں میں پوری آزادی اور مکمل خود اعتمادی از حد ضروری ہے مزید برآں خارجی طاقتوں پر اعتماد و تکیہ ان کے مصائب کا اصل ذمہ دار ہے یہ خارجی طاقتیں ضرورت کے وقت ساتھ چھوڑ دیتی ہیں اور کفر ایک ملت ہے چاہے وہ اشتراکیت ہو یا صیہونیت، صلیبیت ہو یا وثنیت اسلام دشمنی میں ان کا مفاد مشترک اور نقطۂ نظر ایک ہے۔

۱۴۰۲ھ کے اواخر میں ایسے المناک دلدوز اور انسانیت سوز واقعات پیش آئے جن میں بڑی تعداد میں مسلمانوں کا جانی اور مالی نقصان ہوا اور وہ بربریت کا شکار ہوئے۔ یہ خونی حوادث منصوبہ بند طریقہ سے مختلف مکاتب فکر اور مختلف مذاہب کے ماننے والے ملکوں میں پیش آئے ان میں اشتراکیت، صیہونیت، صلیبیت اور وثنیت سرفہرست ہیں، گرچہ یہ حادثات عالم اسلام کے دور دراز مختلف النوع ملکوں میں پیش آئے جن میں آپس میں بظاہر کوئی تعلق نہیں تھا لیکن ان تمام جگہوں پیش آنے والے واقعات کے عناصر و اسباب ایک ہی حیثیت کے حامل ہیں، لاشعوری طور پر ان کے اسباب کے مابین اشتراک ہے یا پھر اسلام دشمنی کے جذبہ کی کارفرمائی سب میں مشترک ہے۔

لبنان میں مسلمانوں کو بیک وقت منظم حملوں کا سامنا پڑا ایک تو صیہونیت کا حملہ تھا جو جدید جنگی آلات و اسلحہ سے لیس تھا اور جس کو دنیا کے طاقتور ترین ملک کی حمایت و سرپرستی حاصل تھی، دوسرا صلیبیت کا حملہ تھا جس کا گٹھ جوڑ صیہونیت سے ہے۔ صیہونیت نے ان فلسطینیوں کو نشانہ بنایا جو کچھ حد تک اسلحے سے لیس اور مقابلہ کے لئے تیار تھے اگرچہ صیہونیت نے ان کی دوگنی طاقت سے ان پر حملہ کیا جس طرح کوئی شخص گوریا کے شکار کے لئے توپ کا استعمال کرے لیکن فلسطینی جیالو نے ایسی قوت و بہادری اور سرفروشی کا ثبوت دیا جس کی نظیر گذشتہ تاریخ میں بڑی مشکل سے ملے گی خصوصاً ان جنگی سورماؤں نے جن کے اندر جہاد کی اسپرٹ جاگزیں ہوگئی تھی انھوں نے اپنے جوہر دکھائے، ان کی اس بہادری اور شجاعت کا اعتراف خود اسرائیل کو کرنا پڑا، ان کی اس بہادری ہی کا نتیجہ ہے کہ اس شدید مقابلہ کے نتیجہ میں "عرب اسرائیل کشمکش کی تاریخ" میں پہلی مرتبہ اسرائیل کو زبردست جانی و مالی نقصانات کا سامنا پڑا جس کی بنا پر اسرائیلی فوجوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی، ان واقعات نے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں کردی کہ اسلامی عنصر جب جہاد کی روح سے شادکام ہو تو اس کے نتائج حیرت انگیز شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور خدا کی مدد ہوتی ہے۔

دوسری طرف صلیبیت نے اس موقعہ کو بچے کھچے فلسطینی وجود کو ختم کرنے کے لئے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر عورتوں بچوں معذور اور سن رسیدہ مسلمانوں کو نشانہ بنایا جس میں انھوں نے ایسی المناک جانسوز درندگی کا ثبوت دیا جس کی مثال صلیبی جنگوں ہی میں مل سکتی ہے اس نے صابرہ و شاتیلا کے خیموں پر لوٹ مار اور غارتگری کی، ہزاروں انسانوں کو تہ تیغ کیا۔ مقتولین کی لاشوں کو نذر آتش کیا اور اجتماعی قبروں میں دفن کر دیا جس سے صلیبیت کی خونخوار طبیعت کھل کر سامنے آگئی۔

اس وحشیانہ قتل و غارت گری نے اس سفاکانہ وحشیت و بربریت کی یاد دلادی جس کے مسلمان اس سے قبل "دیر یاسین اور الجزائر" میں انھیں سفید فام اور تمدن کے دعویداروں کے ہاتھ شکار ہو چکے تھے جس میں ان کے قتل عام کے بعد ان کو اجتماعی طور پر دفن کر دیا گیا، صیہونیت اور صلیبیت نے اپنی یہ خوں ریز و خوں چکاں داستان تاریخ کے اوراق پر جلی حرفوں میں ثبت کر دی ہے۔

کمیونزم کا رول بھی اس سلسلہ میں کسی طرح کم نہیں وہ افغانستان میں برابر انسانوں کے خون کی ہولیاں کھیل رہا ہے، پورا کا پورا گاؤں اس کے ظلم کی داستان سنا رہا ہے، نسل انسانی کی ہلاکت آفرینیاں کمیونزم کا محبوب مشغلہ اور انسانی حقوق کی کھلم کھلا بے حرمتی اس کا شعار ہے۔

ان خوں ریز و خوں آشام حوادث کے پس منظر میں ایران و عراق جنگ ایک بڑا سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے ایران کا موقف عراق سے زیادہ تعجب خیز ہے صدام حسین ایک اشتراکی لیڈر ہیں ان کا تعلق بعث پارٹی سے ہے" جس کا بنیادی مقصد اسلام کی بیخ کنی ہے "بعث پارٹی کا قائد و مفکر عیسائی عرب ہے وہ ان مسلمات و حقائق پر ایمان کے مدعی نہیں جن کا ایران کو دعویٰ ہے لہذا اگر صدام حسین کو مسلمانوں کی طاقت کی حفاظت کی پرواہ نہیں تو پھر ایرانی عقل و منطق سے کیوں کام نہیں لیتے؟ وہ اس نازک وقت میں اسلامی مفاد کو ترجیح کیوں نہیں دیتے؟ وہ اسلام کے عالمی روایتی دشمنوں کے مقابلہ کے لئے اپنی توپوں، طیاروں، انسانی قوت اور حربی ذخائر کو وقف کیوں نہیں کرتے، صیہونیت، صلیبیت اور مغربی سامراج سے ٹکر لینے میں قدم آگے کیوں نہیں بڑھاتے؟ اور نظریاتی جزئی اختلافات کو نظر انداز کرکے اسلامی مفاد کے لئے اتحاد کی جدوجہد کیوں نہیں کرتے؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب ایران اب تک دینے سے قاصر ہے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ مسلمانوں کے خون کو رائگاں اور برباد کرنے میں ان تحریکات کا حصہ بھی کسی طرح کم نہیں، جو عالم اسلام میں فکری انارکی اور سیاسی بے چینی پھیلانے میں مشغول ہیں، اس وقت انتشار پھیلانے اور اختلافات کو ہوا دینے کی کوشش، دشمن کی مدد اور اس کی بڑی خدمت کی حیثیت رکھتی ہے، یہ طرز فکر اس وقت اور زیادہ غیر مناسب ہے کیونکہ عالم اسلام اس وقت عجیب دشوار گذار مرحلہ سے گزر رہا ہے وہ ان نازک حالات میں پھوٹ و انتشار کی کوششوں کا متحمل نہیں ہو سکتا خصوصاً اسلامی فکر کے رہنماؤں کو خاص طور پر ایسے اقدامات سے گریز کرنا چاہئے جن سے دشمن کو موقع میسر آجاتا ہو، حالات کا تقاضا یہ ہے کہ آپس میں اتحاد و یکجہتی کی فضا عام کی جائے اور ان تمام فکری نظریاتی اور اندرونی اختلافات کو بڑھنے سے روکا جائے جو کسی وقت بھی فکر اسلامی کی بنیادوں اور نشاۃ نو کی عمارت کو متزلزل کر سکتے ہیں تاکہ مشترک دشمن کا مقابلہ کیا جا سکے، افسوسناک بات یہ ہے کہ وہ ایرانی انقلاب جس کی طرف اسلامی نشاۃ نو کی تحریک اور اس کے علمبرداروں کی نظریں" اسلامی نشاۃ نو کے نئے مرکز کی حیثیت" سے لگی ہوئی تھیں وہ اب تک اپنی ابتدائی انقلابی الجھنوں سے نجات پا کر تعمیری مرحلہ میں قدم نہیں رکھ سکا ہے، اس کی توجہ ملک کے مسائل اور اسلامی جدوجہد کی مدد کے بجائے انقلاب برپا کرنے اور دوسرے نظاموں پر سب و شتم پر زیادہ معلوم ہوتی ہے، اپنے ملک کی تعمیر اور اسلامی کوششوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے بجائے اس کو پروپیگنڈہ سے زیادہ دلچسپی ہے، اس نے حج جیسی عبادت کو سیاسی مظاہرہ بنانے کی کوشش کی اس کی زیادہ توجہ ملت اسلامیہ کے ایک عنصر پر مرکوز ہے۔

نازک صورت حال ہے اس کا حل صرف

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

مولانا محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

عربی سے ترجمہ

ایسی جنت جو جہنم میں تبدیل ہوگئی

یہ اس قسمت کی ماری سرزمین کا قصہ ہے جس کو ہمارے مشرق کے اہل ہوئی دہوس اور سادہ لوح انسان جنت ارضی تصور کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کا تقاضا نہ ہوتا "ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیئ قدرا" (طلاق-۳)

(اللہ تعالیٰ اپنا کام جس طرح چاہے پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شئی کا ایک اندازہ (اپنے علم میں) مقرر کر رکھا ہے)۔ تو اس کی پیدا کی ہوئی زمین کبھی ایسی پستی و گراوٹ، شہوت پرستی اور اخلاقی زوال کے دلدل کو اپنے لئے کبھی پسند نہ کرتی۔

وہ زمین امریکہ کی زمین ہے جس کا دوسرا نام بے چینی و اضطراب، بے کلی و اکتاہٹ ہے، جس کا شیوہ خود غرضی و انانیت، حرص و لالچ ہے، جس کا شعار خود کشی اور خود فراموشی ہے، جنون ہے، شراب نوشی کی کثرت اور جوئے کی گرم بازاری ہے، وہ امریکا جہاں صلۂ رحمی، قرابت داری اور خونی رشتوں کا کوئی سوال نہیں جہاں انسانی جذبہ کا پاس و لحاظ نہیں، نہ وہاں سینوں میں پوشیدہ اس پاک و صاف محبت کی کارفرمائی ہے جو درد کا درماں، دکھ کے لئے سکھ، مشکلوں کے لئے آسانی، پریشانیوں کے لئے راحت، غموں کے لئے سکون پیدا کرتی ہے، اور اپنے نرم و گداز ہاتھوں سے دنیا بدل دیتی ہے۔

وہ امریکا جہاں ماؤں اور سن رسیدہ عورتوں کی کوئی عزت نہیں، جہاں والد اور بوڑھے مردوں کی کوئی گنجائش نہیں جہاں فقراء و مساکین کے لئے کوئی جگہ نہیں، کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو مال و دولت، طاقت و قوت کے سرچشمے سے خالی ہو چکے ہیں، اور امریکا کے ان دونوں خود ساختہ خداؤں (مال و قوت) سے الگ ہو چکے ہیں۔

پھر اس وجہ سے کہ وہ کسی ایسے مرض میں گرفتار ہے جس نے اس کو کھانے کمانے کا نہیں رکھا۔

یہاں تک کہ وہ مجاہدین وطن، سرحدوں کی بازی لگانے والے جو وطن کی راہ میں کسی مصیبت میں مبتلا ہو کر معذور ہو جاتے ہیں، بیوی و بیٹے بھی ان کو برداشت نہیں کر پاتے، نہ خاندان والے ہی ان کو قبول کرتے ہیں کیونکہ وہ ان کی عیش پرستانہ زندگی میں خارج اور بغیر کسی محنت و کمائی کے ان کی زندگی میں شریک ہو رہے ہیں۔

اے مشرق والو! امریکی زندگی ویسی نہیں ہے جیسا کہ ہم اپنے کمزور و ناتواں، مال و دولت کے اعتبار سے تہی دامن ملک میں بیٹھ کر تصور کر رہے ہیں، اس کا سعادت نفسی اور راحت قلبی سے دور کا واسطہ نہیں، اس کا اس نے ایک دن بھی مزا نہیں چکھا، امریکیوں نے اس کو جنت ارضی میں تبدیل کرنا چاہا لیکن وہ ان کے لئے جہنم زار بن گئی، انھوں نے مکمل آزادی اور پوری چھوٹ دینی چاہی لیکن یہ غلامانہ زندگی اور قید خانہ میں تبدیل ہو گئی،

امریکہ کا قصہ اپنے اندر مختلف پہلو رکھتا ہے، میں اس آزاد مشرقی کی زندگی جو ہر قید و بند سے دور ہو کی مشکلات کا تفصیلی ذکر نہیں کروں گا، اور ان چلتے پھرتے جمادات و پرزے جن کو آدمی کہا جاتا ہے، یا شفاخانے جو پاگلوں سے پٹے پڑے ہیں، یا ناچ و گانوں کی محرابیں محفلوں کا ذکر کرنا نہیں ہے اور ان کا ستاروں پر کمندیں ڈالنے اور اس کو قابو میں کر لینے کا تذکرہ بھی مقصود نہیں اور نہ یہ بتانا مقصود ہے کہ عورت کس طرح کھلونا بن کر رہ گئی ہے اور کس طرح وہ ہر پاکیزہ انسانی اقدار سے خالی و عاری ہو چکی ہے۔ میں تو صرف اس قدر بتانا چاہتا ہوں کہ سن رسیدہ عورتوں اور بوڑھے مردوں کا امریکی سوسائٹی میں کیا قدر و قیمت ہے، اور وہ کس نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

امریکہ والوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ ایک قسم کا عذاب ہے کہ اس نے ان کے دلوں سے باپ بیٹوں اور بیٹوں اور باپ، ماں بیٹیوں اور بیٹیوں اور ماں کی آپسی محبت و تعلق کو نکال لیا ہے، اس ملک پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے بدن کانپ جاتا ہے، اس منظر کی ہولناکی گراوٹ و پستی جو امریکا کی طبیعت ثانیہ بن گئی ہے اور اس کو ورثہ میں ملی ہے، سے آدمی سراسیمہ ہو جاتا ہے، اس وقت سوائے جلال خداوندی، قدرت الٰہی اور علم ربانی کے آگے خاموش کھڑے رہنے کے اور کوئی چارہ نہیں،

"ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون۔ (سجدہ ۲۱)

(اور ہم ان کو قریب کا (یعنی دنیا میں آنے والا) عذاب بھی اس بڑے عذاب سے پہلے چکھا دیں گے تاکہ یہ لوگ باز آ جائیں)

امریکی سوسائٹی میں بوڑھے اور بوڑھیاں قدر و منزلت کے اعتبار سے وہ سن رسیدہ مردوں و عورتوں کی مشکل ہے، اس لئے کہ ان کی تعداد بڑھ کر بارہ ملین تک پہونچ گئی، ان میں سے بیشتر ۶۵ سال کے قریب ہیں اور ان کو حق رائے دہندگی بھی حاصل ہے، ان میں سے

> وہ زمین امریکہ کی زمین ہے، جس کا دوسرا نام بے چینی و اضطراب، بے کلی و اکتاہٹ ہے، جس کا شیوہ خود غرضی و انانیت، حرص و لالچ ہے، جس کا شعار خود کشی اور خود فراموشی ہے، جنون ہے، شراب نوشی کی کثرت اور جوئے کی گرم بازاری ہے، وہ امریکا جہاں صلۂ رحمی، قرابت داری اور خونی رشتوں کا کوئی سوال نہیں، جہاں انسانی جذبہ کا پاس و لحاظ نہیں، نہ وہاں سینوں میں پوشیدہ اس پاک صاف محبت کی کارفرمائی ہے جو درد کا درماں، دکھ کے لئے سکھ، مشکلوں کے لئے آسانی، پریشانیوں کے لئے راحت، غموں کے لئے سکون پیدا کرتی ہے، اور اپنے نرم و گداز ہاتھوں سے دنیا بدل دیتی ہے۔

> وہ امریکا جہاں ماؤں اور سن رسیدہ عورتوں کی کوئی عزت نہیں، جہاں والد اور بوڑھے مردوں کی کوئی گنجائش نہیں، جہاں فقراء و مساکین کے لئے کوئی جگہ نہیں، کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو مال و دولت، طاقت و قوت کے سرچشمے سے خالی ہو چکے ہیں، اور امریکا کے ان دونوں خود ساختہ خداؤں (مال و قوت) سے الگ ہو چکے ہیں۔

بعض حضرات نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ان کو طبی سہولتیں حکومت مفت مہیا کرے، لیکن ڈاکٹری بورڈ نے اس تجویز کی بھرپور مخالفت کی ہے، اس طرح اس پریشانی کا شکار، انگلینڈ، سویڈن، ڈنمارک، چین اور جاپان بھی ہیں، اس مشکل و پریشانی کا نام oldage problem اور اس کے تدارک کی مختلف تدبیریں کی جا رہی ہیں ان میں سے ایک Nursing Homes کا قیام بھی ہے۔

اخبار نے بعض ایسے فوٹو بھی شائع کئے ہیں جن سے حالات کی ابتری اور سنگینی کا پتہ چلتا ہے اس نے Mental Institutions کی ایک تصویر شائع کی ہے جس میں چند اونگھائی ہوئی مرفیہ عورتیں غم و افسوس کے عالم میں اپنے گھٹنوں پر سر ڈالے، کاندھوں پر بال بکھرائے بیٹھی ہیں، ان کے قریب چند عورتیں ہیں جو اپنی روزانہ کی ریاضی مشقیں کر رہی ہیں۔

ایک بوڑھی کی بھی تصویر ہے جو بستر پر پڑی، فضا میں گم سم اور کھوئی ہوئی ہے اور اس کے پاس کوئی غمخوار نہیں۔

ایک دوسری عورت کی تصویر جو تقریباً ستر سال کے قریب ہوگی شائع کی ہے وہ تنہائی کی وحشت اور عزلت گزینی کی ہولناکی کی تاب نہ لا کر توازن عقلی کھو بیٹھی ہے اس کے پہلو میں ایک ماہر نفسیات بیٹھا اس عورت سے اسی سلسلہ میں سوالات کر رہا ہے۔

ایک تیسری تصویر oldage Homes (بوڑھوں کی اقامتگاہیں) کی ہے جس میں چند بوڑھے مختلف کاموں میں مشغول ہیں یا صحیح لفظوں میں وہ اپنی موت کے منتظر ہیں، وہ حسرت و یاس کے مارے، غم و اندوہ میں ڈوبے، درد و کرب سے بے چین ہو کر مختلف کاموں میں لگے ہیں اور اس طرح وہ اپنے غم غلط کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

یہ اس انسانی گندگی اور بشری آلودگی کے دلدل و کیچڑ کی صحیح اور زندہ تصویر ہے جہاں صرف سکہ چلتا ہے گھٹیا جذبات کا، جہاں فرمانروائی ہے صرف خواہشات نفسانی کی، جہاں بولی سمجھی جاتی ہے صرف نہایت پست جنسی جذبات اور جسد فانی کی۔

کیا یہی تہذیب و ثقافت ہے؟ کیا یہی علم و معرفت ہے؟ کیا یہ وہی انوکھی فطرت ہے جس تک ہماری رسائی نہیں؟ ہرگز نہیں یہ تو آخرت میں ہونے والے عذاب کا پیش خیمہ دنیاوی عذاب ہے۔ یہ تو قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہے:

"نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ۔ (حشر-۱۹)

(انھوں نے اللہ (کے احکام) سے بے پروائی کی تو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پروا بنا دیا)۔

یہ اکتاہٹ اور کبیدہ خاطری، گھٹن اور بے راہ روی ہے جس کا نام ہم نے اپنے مشرق میں، حریت پسندی، آزاد ملک، آزاد معاشرہ، طبیعت و فطرت اور فن رکھ لیا ہے۔

یہ ناامیدی کے کڑوے گھونٹ حد سے زیادہ فارغ البالی، انتہا سے زیادہ بے راہ روی اور انارکی، آخری درجہ کی گراوٹ و گمراہی، اسی کو ہم نے یہاں وجودیت، انقلاب اور ترقی کا نام دے دیا ہے، اور نہ جانے ان جیسے ناموں اور نعروں کی کتنی طویل فہرست ہے جو امریکا و فرانس سے منسلک ہیں، جن پر ہمارے نوجوان ادبا، اس طرح نچھاور ہو رہے ہیں اور ان کا ایسا دم بھر رہے ہیں کہ جیسے وہ خداوند دو جہاں یا خوان آسمانی ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے باغی و سرکش بندوں کو صرف قلع قمع کر دینے والی آندھیوں، ہتھ نہیں کر دینے والے طوفانوں ہی سے نہیں ہلاک کرتا، بلکہ بسا اوقات ان کی آسائش و سامان راحت اور بیوی بچوں کو ان کے لئے دردسر اور عذاب جان بنا دیتا ہے اور مال و دولت دے کر بھی شقاوت و بدبختی کا حکم کر دیتا ہے،

"سنستدرجھم من حیث لا یعلمون و أملی لھم إن کیدی متین۔ (قلم ۴۴-۴۵)

(ہم ان کو تدریج جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں اور (دنیا میں عذاب نازل کر ڈالنے سے) ان کو مہلت دیتا ہوں، بے شک میری خفیہ تدبیر بڑی مضبوط ہے)۔

ذرا اس تابناک و روشن پہلو پر بھی نظر ڈالتے جائیے جس پر شمالی اسلامی معاشرہ قائم ہے:۔

"وقضی ربک الا تعبدوا إلا إیاہ و بالوالدین احسانا إما یبلغن عندک الکبر أحدھما أو کلاھما فلا تقل لھما أف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما، واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا۔ ربکم اعلم بما فی نفوسکم إن تکونوا صالحین، فانہ کان للاوابین غفورا"

(بنی اسرائیل ۲۳-۲۴-۲۵)

(اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہونچ جاویں تو ان کو کبھی اُف بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا، اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا، اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا انھوں نے مجھ کو پالا، پرورش کیا ہے، تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے اگر تم سعادتمند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے۔

★★

درود وسلام کے دریا کا بہاؤ کس طرف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ لِکُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا (اللہ کی تعریف ہے جس نے ہر کام کا ایک سبب بنا دیا)۔

اس مضمون کو لکھنے کا بھی ایک سبب ہوا، اور عجیب وغریب سبب ہوا۔ میرے مرشدنا محترم عالم اسلام کے مفکر اعظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کے ساتھ بارہا سفر کا موقعہ ملا، کبھی کبھی ہوائی جہاز کے طویل سفر میں حضرت کے ساتھ پرواز کا شرف حاصل ہوتا رہتا ہے۔

ہوائی سفر میں اس عاجز کا یہ معمول ہے کہ باوضو ہو کر جہاز میں سوار ہو جاؤ اور اللہ کا نام لے کر:

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍۢ بَصِیْرٌ۔ (۶۷۔ الملک ۱۹)

کیا انھوں نے اپنے اوپر اڑتے پرندوں کو نہیں دیکھا جو پروں کو پھیلائے ہوئے صف باندھ کر قطار بنا کر اڑتے ہیں اور پروں کو سمیٹ کر بھی فضا میں اُدھر اڑتے ہیں، بھلا رحمٰن کے سوا ان کو کون تھام سکتا ہے۔ یقیناً وہ ہر ہر چیز کی خوب دیکھ بھال کرتا ہے۔

اور:

اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ (۱۶۔ النحل ۷۹)

کیا ان کو نہیں دکھا کر اڑتے پرندے آسمان کی فضا میں اُدھر پرواز کرتے ہیں، اللہ کے سوا ان کو کون تھام سکتا ہے۔ بے شک ایمان والوں کے لئے اس میں آیت (نشانی) موجود ہے۔

ان آیات کو جتنا ہو سکے پڑھو، پھر جہاز خوب اونچا اڑنے لگے اور سکون ہو جائے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو جائیے۔

الحمد للہ اس پر بڑا سکون قلب حاصل ہوتا ہے کہ کہیں جہاز میں گڑبڑ ہوئی تو ایک منٹ کا بھی وقت نہ لگے کہ آدمی اپنے رب کے حضور فوراً پہنچ جائے، کیا ہی اچھا ہو باوضو ہوں اور تلاوت کلام ربانی کے ساتھ مصحف شریف بھی سینے سے لگا ہو۔

بمبئی سے تریویندرم (TRIVENDRAM) کے ایک طویل ہوائی سفر پر جب میں تلاوت میں مشغول تھا تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ معمول کے مطابق تلاوت پوری کر لو تو درود شریف پڑھنا شروع کرو کہ اس وقت فضا میں کوئی امت اپنے نبی پر درود نہیں پڑھ رہی ہے۔

ہمارے مرشدنا بہت ہی مہربان اور شفیق استاذ اور صاحب دل مربی ہیں اسی لئے میں نے برجستہ عرض کیا کہ حضرت کوئی امت اپنے نبی پر اب درود پڑھے گی بھی کیسے، جب کہ کسی امت کے پاس نبی ہی موجود نہیں۔ جتنے نبی تھے کسی کو لوگوں نے خدا بنا لیا، کسی کو خدا کا بیٹا، کسی کو خدا کا اوتار۔ اب جب سب نبی اللہ بنا دیئے گئے تو امت خدا پر درود کیسے پڑھے گی، اس پر حضرت مرشدنا بہت ہی متفکر ہوئے اور فرمایا کہ "ہاں یہ بات تو واقعی ہے"۔ تب میں نے پھر عرض کیا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے پاس اللہ کے نبی پر مضبوط عقیدہ ہے۔ ہم تو ضرور درود شریف پڑھیں گے۔

اور میں نے الحمد للہ کثرت سے درود شریف پڑھا اور بڑا لطف آیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت، تعلق اور کیفیت کی لذت بھی محسوس کی۔

اس مضمون کو لکھنے کا داعیہ بھی اسی سفر میں پیدا ہوا، پھر بعض بعض تقاریر بھی اس موضوع پر ہوتی رہیں۔ لیکن خیال ہوا کہ کسی ہوائی پرواز کے سفر پر فضا میں اس مضمون کو لکھیں گے — اور الحمد للہ یہ آرزو پوری ہوئی کہ بنگلور سے بمبئی اور بمبئی سے احمد آباد کے ہوائی سفر میں یہ مضمون اللہ نے لکھوا دیا۔ والسلام

عبد الکریم پاریکھ

۱۶ر رجب ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۱ر مئی ۱۹۸۲ء

درود اب کسی سابقہ امت میں نہیں پایا جاتا:

درود اور سلام سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے آج دنیا میں کوئی امت اپنے نبی یا رسول پر تحفہ درود نہیں بھیجتی۔ سلسلہ درود وسلام ہر امت میں متروک ہے، بلکہ تمام امتوں میں اب کسی کو یاد بھی نہیں کہ درود وسلام بھی ایک اہم دینی شعار اور نشان ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قریب قریب ہر امت اپنے نبی کو بحیثیت نبی بھول چکی ہے۔

قدرشناسی، یاد ومحبت، اظہار تشکر اور احسان مندی سے بھرپور یہ ایک تحفہ ہے جو امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہر شخص عقیدت کے ساتھ محسن انسانیت کی خدمت میں اپنے اللہ رب ذوالجلال کو وسیلہ بنا کر بطور ہدیہ اب بھی پیش کرتے رہتا ہے جسے ہم درود شریف کہتے ہیں۔

امت مسلمہ کے ہر دور میں صلوٰۃ وسلام یعنی درود شریف کا سلسلہ الحمد للہ خوب سے خوب تر ہے۔ اسے تو درود کا دریا کہنا چاہئے صلوٰۃ وسلام کا سمندر کہنا چاہئے جو رواں دواں ہے۔ اور یہ امت کے زندہ ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

درود وسلام عبادت بھی ہے اور امت کی زندگی کا ثبوت بھی:

عبادت کہتے ہی اس کام کو ہیں جو حکم خداوندی کے تحت کیا جائے۔ کون نہیں جانتا کہ ہر نماز چاہے وہ دو رکعت کی ہو، تین کی ہو یا چار رکعت کی، سنت ہو یا فرض، واجب ہو یا نفل، لیکن التحیات یعنی قعدے میں بیٹھ کر دو زانو ہو کر نماز کے آخری حصے میں ایک مسلمان جب گھٹنے کے بل ادب کے ساتھ قبلہ رُخ ہو کر اللہ سے دعا کرتا ہے کہ:

اللّٰھم صلّ علی محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اللّٰھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔

تو کیا اب اس درود شریف کے پڑھنے کو حکم الٰہی نہ کہا جائے گا تو اور کیا کہا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ہم اس عمل کو قرآن مجید کے حکم کے مطابق ہی کہیں گے، جب ہمارے سامنے یہ آیت آتی ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (۳۳۔ احزاب ۵۶)

(یہ بات ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت وسلامتی کا تحفہ بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی درود وسلام کا ہدیہ اپنے نبی پر بھیجا کرو تابع وفرمانی کے ساتھ)۔

تینوں طرف سے رب العالمین کے پیغمبر پر سلام:

رسول اللہ ایک طرف رب العالمین کے رسول ہوتے ہیں، دوسری طرف ہمارے بھی رسول ہوتے ہیں۔ یہ دوہری ذمہ داری ہے کہ جب ہمارے پاس آتے ہیں تو خدا کا پیغام ٹھیک ٹھیک بے کم وکاست پہنچا دیتے ہیں اور ان احکامات کی تفصیل اور عملی طریقہ بھی بتا دیتے ہیں، اور جب خدا کے دربار میں ان کی طلبی ہوتی ہے تو وہاں پہنچ کر ہمارے لئے زیادہ سے زیادہ آسانی اور کم سے کم عمل میں ثواب دس گنا منظور کرا کر آتے ہیں۔

پھر عالم انسانیت اور عالم ملکوت یا عالم ارواح میں ہر جگہ آنے جانے میں وحی کے موقعہ پر اور بعض مرتبہ منکر لوگوں سے جنگ کے مواقع پر بھی فرشتے ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ان میں بعض فرشتے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب کے بھی ہوتے ہیں۔ بارگاہ رسالت میں آنے جانے کے وقت یہ لوگ ہر وقت درود وسلام کے ساتھ پیش ہوتے ہیں اور اسی طرح رخصت ہوتے وقت

بھی صلوٰۃ وسلام کے ساتھ رخصت ہوتے ہیں۔ یہ فرشتوں کا درود ہوا۔

درود شریف پر حکم قرآنی کے مطابق عمل کس طرح:

اہل ایمان بھائیو! درود شریف کس طرح ہو؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صلوٰۃ وسلام کس طرح عرض کیا۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف پڑھنے کی تفصیل کیا بتائی۔ نماز کے علاوہ بھی درود وسلام کے کیا کچھ قاعدے، طریقے اور اس کے فوائد، فضائل وحسنات ہیں، ان مضمون میں ہم ان امور پر دل کھول کر بات کریں گے۔

اس کے لئے حسب ذیل عنوانات ابھی سے اس آیت کریمہ کی روشنی میں ذہن نشین فرمالیں۔

(الف) درود وسلام کیا ہے؟
(ب) درود وسلامتی کا تحفہ اللہ کی طرف سے ہے۔
(ج) ملائکہ کی طرف سے۔
(د) امت کو اس کا حکم۔
(ھ) امت کے درود وسلام کو بااثر بنانے کے لئے تابع وفرمانی کی تلقین اور شرط۔

درود وسلام کیا ہے؟:

اللہ کی طرف سے کسی کام پر مامور کسی ایسی شخصیت کو جسے اللہ نے نبی بنا کر دنیا میں بھیجا ہو تو ایسے ہر نبی اور رسول اس کام کو ہر رُخ پر ٹھیک ٹھیک انجام دیتے ہیں اور ایسی خوبی کے ساتھ جی لگا کر ہر طرح کی محنت اور ایثار وقربانی پیش کر کے اس کام کو اللہ کی مرضی کے عین مطابق کر کے نمونہ بنا کر پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا منشا اور اس کی رضا پر چلنا ہر ایک کے لئے آسان ہو جائے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا کہ:۔

"سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(بے عیب ہونا اور ہر طرح کے نقص سے پاک رہنا تیرے رب کی شان بڑی اعلیٰ ہے۔ یہ مشرک لوگ خدا کو عیب لگا کر بکواس کرتے ہیں، خدا اس سے پاک ہے، اور عزت وغلبہ اسی کی شان ہے اور ہر طرح کی تعریف صرف اللہ رب العالمین کے لئے ہے)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر کا حصہ قرآن میں:

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ قرآن کریم میں اس طرح بیان فرمائے گئے ہیں:۔

"وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا" (۱۹۔ مریم ۳۳)

(اور مجھ پر تو سلامتی ہی سلامتی ہے جس دن میں پیدا کیا گیا اور جس دن مجھے موت آوے گی اور جس دن میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی پر سلام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت محمدیہ جب کسی نبی کا نام لیتی ہے تو نام کے آخر میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتی ہے۔ ضمناً اس آیت سے یہ بات بھی کھل گئی کہ نبی کی ولادت ہوتی ہے یعنی وہ پیدا ہوتے ہیں اور ان کو موت بھی آتی ہے اور بعد موت کے زندہ کر کے اٹھائے بھی جائیں گے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں سلام کا تذکرہ:

"وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا۔

(اور سلام ہی سلام ہے یحییٰ پر جس دن وہ پیدا کیا گیا اور جس دن اسے موت آئی اور جس دن وہ اٹھایا جائے گا زندہ بنا کر)۔

ہدیۂ سلام اللہ کی طرف سے:

اسی طرح بہت سے نبیوں کے بارے میں آپ قرآن پاک میں اسی مضمون کی بہت سی آیات دیکھ لیں گے۔

"سلام علیٰ موسیٰ وھارون"

"سلام علیٰ الیاسین" "سلام علیٰ نوح فی العالمین" "سلام علیٰ ابراھیم"

"اذ دخلوا علیہ فقالوا سلماً۔ (۱۵ الحجر ۵۲)

(اور جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے جا پہنچے تو پہلے سلام کیا)۔

ان آیات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ اللہ کے نبیوں پر اللہ کا سلام برابر نازل ہوتا رہا، اور آخرت میں بھی یہی سلسلہ جاری رہے گا۔ دنیا میں اللہ کے رسولوں کو بہت عزت، قدر ومنزلت اور بہت ہی اچھے ناموں سے یاد کیا گیا، اور بعد موت بھی ابداً ابداً یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ یہ سلام ہوا اللہ کی طرف سے جو ان کے مرتبہ کے عین مطابق سلطان کائنات کی طرف سے اپنے نمائندوں پر برابر جاری ہے۔

(جاری)

بقیہ ص ۹

یہ ہے کہ تمام پارٹیاں نظریات اور اشخاص اسلامی شخصیت میں ضم ہو جائیں کیونکہ ہر وہ کوشش جو کسی شخص کی تقدیس یا محدود تجربہ کی بنیاد پر کی جائے گی وہ عمل کے میدان میں مزید بُعد اور تفرقہ کا موجب ہوگی اس وقت ہر تحریک کا اولین مقصد یہ ہونا چاہئے کہ وہ فساد کے منبع کو بند کرنے کی فکر کرے اور سب سے بڑے دشمن کے مقابلہ کے لئے اپنی طاقت محفوظ کرے، چھوٹے دشمن جو اس بڑے دشمن کے بل بوتے پر قائم ہیں وہ خود اس کے گرنے سے شکست وریخت سے دوچار ہوں گے اس لئے ان سے جنگ میں اپنی طاقتوں کو برباد کرنا بے سود ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کے لئے خاص طور پر ۱۴۰۲ھ کا اختتام اس حیثیت سے بڑا ہی المناک اور اذیت رساں ہے کہ شہر میرٹھ میں فرقہ وارانہ فسادات ہوئے جن کا آغاز زمین کے ایک ٹکڑے کی ملکیت پر باہمی چپقلش سے ہوا جس پر مسلمانوں کا یہ دعویٰ تھا کہ وہاں قبرستان ہے جب کہ ہندوؤں کا یہ کہنا تھا کہ وہاں ان کی عبادت گاہ ہے، اس ابتدائی کشمکش نے رفتہ رفتہ فساد کی شکل اختیار کر لی جس میں ایک بڑی تعداد کی جانیں تلف ہو گئیں، لوٹ مار، قتل وغارت گری کا بازار گرم ہو گیا، سرکاری رپورٹوں کے مطابق مقتولین کی مجموعی تعداد تیس سے زائد ہے جب کہ دوسری سیاسی پارٹیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ سو سے زائد جانیں گئیں۔ مخالف سیاسی واسلامی پارٹیوں نے اس پی۔اے۔سی P.A.C. کے ظلم وتشدد کی حکومت ہند سے شکایت کی، جس کے خلاف اس طرح کی زیادتی کی پہلے سے شکایتیں ہیں ان پارٹیوں میں کمیونسٹ پارٹی بھی شامل ہے۔

مخالف پارٹیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ پی۔اے۔سی نے انتہاپسند افراد کی قائم مقامی کی ہے اور مسلمانوں کو زک پہونچانے ان کے قتل اور اراضی کے لوٹ کھسوٹ میں کارہائے نمایاں انجام دیا ہے لیکن پی۔اے۔سی کی شرکت سے فسادات کی نوعیت کافی بدلتی جارہی ہے اور اس سے نئے رخ کا پتہ چلتا ہے، عادت کے مطابق بعض لیڈروں نے ان واقعات میں عرب ملکوں کو بھی نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن وزیر داخلہ نے اجنبی ہاتھوں کے کسی رول کے وجود کا انکار کر دیا ہے۔

ان حوادث کے پہلو بہ پہلو اکثر اسلامی ملکوں میں اسلامی تحریک کی بیخ کنی کی کوششیں زوروں پر ہے بڑی تعداد میں اسلام پسند قائدین اور اہل قلم اسلامی ملکوں میں جیلوں میں ہیں، لیکن ان سختیوں اور دشواریوں کے باوجود اسلام نئے علاقوں میں داخل ہو رہا ہے اور نئے ذہنوں کو اپنا رہا ہے یہ چند تاریک پہلو ضرور ہیں جو اسلامی نشاۃ نو کی تحریک کی راہ میں رکاوٹ بن کر سامنے آئے لیکن اسلامی نشاۃ نو کی تحریک ان تمام رکاوٹوں کے باوجود ذہن کو تیار کرنے میں مصروف ہے اور عملی میدان میں اس کی پیشقدمی برابر جاری ہے سب سے زیادہ امید افزا بات یہ ہے کہ مسلمان اپنے حقیقی دشمنوں سے آگاہ ہوتے جارہے ہیں، اور جن تحریکوں و فلسفوں کا ان پر جادو تھا وہ اب اترتا جارہا ہے، دور رس بیداری کے ساتھ منتشر اسلامی طاقتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے میں ہمیں جتنی جلد کامیابی ہوگی ہم اصل دشمن کو شکست دے سکیں گے اور پھر اسلام کی روح پرور تعلیمات وہدایات کے سایہ تلے انسانیت اطمینان کا سانس لے سکے گی، سال گزشتہ کے اختتام کے یہ واقعات بکھرتے نظاموں کی آخری کوشش سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

خدا بخش لائبریری جرنل نمبر ۱۶

مرتب عابد رضا بیدار
مقام اشاعت: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ
قیمت فی شمارہ: ۱۵ روپے، سالانہ ۶۰ روپے

خدا بخش لائبریری پٹنہ کا یہ سہ ماہی مجلہ رفتہ رفتہ وہی ہیئت حاصل کرتا جارہا ہے جو شرقیات سے متعلق نادر مخطوطات و مطبوعات پر مشتمل اور عالمی شہرت یافتہ اس کتب خانہ کو حاصل ہے۔ زبان و ادب کے مسائل، ان کی تاریخ اور نوادر پر مشتمل اس مجلہ کے کئی نمبر نکل چکے ہیں اور اصحاب علم و فن سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ زیر نظر شمارہ (۱۶) میں متن کی تحقیق و تدوین سے متعلق مسائل پر ماہرین فن کے کئی اہم اور قیمتی مقالے شامل ہیں۔

پیش گفتار میں مجلہ کے مرتب جناب عابد رضا بیدار نے اہم اور غیر اہم کا اہم سوال اٹھایا ہے اور یقیناً ہر مخطوط اس قابل نہیں ہوتا کہ اس پر وقت، محنت اور سرمایہ صرف کیا جائے بلکہ مناسب یہ ہے کہ جو کام بھی کیا جائے اس بنیادی سوال کو سامنے رکھ کر کیا جائے کہ کیا وہ کام واقعی اہم اور مفید ہے اور یہ کہ اسے اہم سمجھتے یا سمجھاتے وقت ہم اپنے آپ یا دوسروں کو دھوکہ تو نہیں دے رہے ہیں؟ کسی تحریر کا محض مخطوطہ کی شکل میں پایا جانا قطعاً اس امر کی ضمانت نہیں کہ وہ دنیا کے سامنے پیش کئے جانے کے لائق بھی ہے تاآنکہ اس کی کوئی value یا significance نہ ہو۔

پہلا مقالہ اردو زبان و ادب کے مشہور عالم و محقق جناب قاضی عبدالودود کا ہے جس میں انھوں نے اردو ناشرین اور بعض معیاری اداروں کی صحت متن کی طرف سے تو تہی کی شکایت کی ہے کہ ہندوستان و پاکستان میں اردو کی قدیم کتابوں کے جو متن شائع ہوتے ہیں وہ باستثنائے چند حد درجہ ناطمینان بخش ہیں قدیم نظم و نثر کے جو اقتباسات پیش ہوتے ہیں انھیں بھی صحیح طور پر پیش کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی، قاضی صاحب نے متعدد کتابوں سے ایسی مثالیں پیش کی ہیں جہاں پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ یہ لفظ غلط ہے لیکن اس کے باوجود صحیح لفظ تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

پٹنہ یونیورسٹی کے سابق پروفیسر وحید رشید فارسی جناب سید حسن نے تلمی نسخوں کے متن کی تصحیح کے تین طریقے بتلائے ہیں، تصحیح انتقادی، تصحیح التقاطی اور تصحیح قیاسی اور تینوں طریقوں کی مختصر تشریح کی ہے۔ غالباً اس مختصر مقالے میں مزید تفصیلات کا موقع نہیں تھا، اسی وجہ سے تشنگی باقی رہ جاتی ہے خاص تصحیح قیاسی کے بیان میں جو غالباً مذکورہ تینوں میں سب سے زیادہ تفصیل طلب ہے۔

ڈاکٹر نیر مسعود لکھنؤ یونیورسٹی نے اپنے مقالہ میں تصحیح قیاسی کی چند مثالیں دی ہیں جو زیادہ تر ان کے والد محترم اور اردو کے مشہور ادیب پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کی ہیں، ان مثالوں سے تصحیح قیاسی پر کچھ روشنی پڑتی اور اس کے خطوط کسی حد تک واضح ہوتے ہیں، لیکن یہ قیاسی تصحیح جہاں بعض حالات میں مفید ہوتی ہے اور صحیح لفظ کی طرف رہنمائی کرتی ہے یا کم از کم صحیح لفظ کی تلاش پر آمادہ کرتی ہے وہیں بعض اوقات مصنف اور محقق کے ذوق کا فرق اور مصحح کا اپنے قیاس پر اعتماد صحت سے بہت دور بھی کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے قیاسی تصحیح کے حدود و قیود کی ممکن وضاحت ضروری ہے اور یہ وضاحت ایک مستقل اور مبسوط مقالہ کی تقاضی ہے۔

ڈاکٹر تنویر احمد علوی کے مقالہ "متن کی تحقیق و ترتیب" میں ادبی تحقیق کی اہمیت اور قدر و قیمت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس راہ میں پیش آنیوالی دشواریوں اور اس کام میں معاون امور کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

جناب رشید حسن خاں صاحب نے اپنے فاضلانہ مقالہ میں منجھے ہوئے اسلوب میں مصنف کے منشا کی تعیین کی صورتیں واضح کی ہیں اس سلسلہ میں مصنف کے طرز نگارش اور اس کے پسندیدہ الفاظ اور اس دور کے طرز نگارش والوں کو ملحوظ رکھنے پر زور دیا ہے۔

جرنل کے مرتب اور لائبریری کے ڈائرکٹر جناب عابد رضا بیدار نے اپنے مقالہ میں بڑی اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے وہ یہ کہ زبان و ادب کی خدمت کے لئے ذہانت، صلاحیت، محنت اور دیانتداری کے ساتھ طبیعت کی موزونی بھی ضروری ہے، اگر طبیعت موزوں نہ ہو تو تدوین کے لئے نڑی مخطوطات بہت ہیں، اس سلسلہ میں مقالہ نگار نے تین کتابوں کا تفصیلی جائزہ لیا ہے جس میں اور بھی مفید اور معلوماتی بحثیں آگئی ہیں۔

اخیر میں مقالات پر بحث کی بھی مختصر روداد مجلہ میں شامل ہے۔ مجموعی طور پر یہ شمارہ مفید اور معلومات افزا مقالات پر مشتمل اور مرتب کی بیدار مغزی کا آئینہ دار ہے۔

(ت - ع)

غزل

عثمان احمد قاسمی جونپوری
(مدرسہ بدرالاسلام۔ شاہ گنج)

صد شکر دل میں اب کوئی ارماں نہیں رہا
عیش و نشاط و لطف کا خواہاں نہیں رہا

زاغ و زغن کی صحبتِ بد نے کیا خراب
اب بلبل چمن بھی غزل خواں نہیں رہا

حسن ازل کی یاد سے دل ہے چمن چمن
یادش بخیر دل مرا ویراں نہیں رہا

اب رند بادہ کش کا ٹھکانہ نہیں کہیں
ساقی نہیں رہے وہ خمستاں نہیں رہا

لفظ خلوص رہ گیا مخلص نہیں رہے
انسانیت ملول ہے انساں نہیں رہا

جس کی روش روش میں مرا خون ہے نہاں
میرے لئے وہ میرا گلستاں نہیں رہا

ہر شخص ہے معاش کے چکر میں آج کل
فکر شکم رہی غمِ جاناں نہیں رہا

وہ دل جو یادِ حق سے چمکتا تھا مثلِ طور
صد حیف اس میں جلوۂ ایماں نہیں رہا

بغض و حسد، عداوت و کینہ کا دور ہے
لطف و کرم کا اب کوئی عنواں نہیں رہا

عثمان جا کے دشت نوردی کہاں کریں
سب بن گئے مکان بیاباں نہیں رہا

ندوہ کے شب و روز

کلیۃ الشریعہ کی ماہانہ مجلس مذاکرہ

۲۴ محرم الحرام کو کلیۃ الشریعہ (شعبۂ دینیات) کی دوسری ماہانہ مجلس مذاکرہ زیر صدارت مولانا ابوالعرفان ندوی منعقد ہوئی جس میں مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے "کتب اسماء الرجال۔ ایک تاریخی جائزہ" کے موضوع پر مقالہ پڑھا۔

تعلیمی اوقات کے بعد تقریباً ۱۱ بجے جلسہ کا آغاز ہوا، عبدالباری ندوی نے تلاوت کی، اس کے بعد مولانا سید سلمان ندوی نے مذکورہ موضوع پر ایک وقیع مقالہ پیش کیا۔ آپ نے فن اسماء الرجال کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کی کوئی قوم اور کوئی مذہب اس فن میں مسلمانوں کا شریک نہیں۔ ہزاروں انسانوں کے حالات زندگی، خدمات و تالیفات پر مشتمل یہ علم باقاعدہ طور پر دوسری صدی سے آج تک قائم ہے۔

اس کے بعد صدر جلسہ مولانا ابوالعرفان ندوی نے موضوع پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کی اہمیت پر زور دیا اور فرمایا کہ یہ فن مسلمانوں کا طرۂ امتیاز ہے۔

تقریباً ایک بجے جلسہ کا اختتام ہوا۔

محمد رضی الاسلام ندوی

مجلس انتظامیہ کی دو روزہ نشست:

دار العلوم میں بتاریخ ۱۰، ۱۱ر نومبر ۸۲ء مجلس انتظامیہ کا جلسہ ہوا جس میں دار العلوم کے مسائل پر غور و خوض ہوا۔ جلسہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کی صدارت میں ہوا۔

جمعیۃ الاصلاح میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی کا خطاب:

بتاریخ ۱۱ر نومبر ۸۲ء بعد نماز عصر جمعیۃ الاصلاح میں ایک جلسہ ہوا، جس کی صدارت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے فرمائی، جلسہ کا آغاز اقتدار الاسلام کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد معزز مہمان مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے ایک فکر انگیز اور ناصحانہ خطاب فرمایا جس میں حضرت نظام الدین اولیاء اور صوفیائے کرام کے اقوال و ملفوظات کی روشنی میں فرمایا کہ علم، عمل اور عشق انسان کو ایک مکمل انسان بناتے ہیں۔ انھوں نے خود داری و خود اعتمادی، ایثار و قربانی اور مقصد سے لگاؤ پر زور دیا۔

اس کے بعد حضرت مولانا مدظلہ نے اپنے صدارتی کلمات میں طلبا، ندوہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اخلاص و اختصاص اور اپنے ادارے پر ناز و فخر ہی آپ کی کامیابی و کامرانی کا ضامن ہے۔

آخر میں ناظم الاصلاح اسحاق حسینی ندوی نے صدر محترم اور خاص طور پر معزز مہمان کا شکریہ ادا کیا اور ان کی آمد پر فخر و مسرت کا اظہار کیا۔ مغرب کی اذان پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

جمالیہ ہال میں یوسف کوکن صاحب عمری کا خطاب:

۱۳ر نومبر ۸۲ء بعد نماز مغرب ایک جلسہ زیر صدارت مولانا ابوالعرفان ندوی منعقد ہوا جس میں یوسف کوکن صاحب عمری نے "دکن کے مدارس عربیہ کی تاریخی حیثیت اور ان کا نظام و نصاب تعلیم" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

ندوہ کے ایک طالب علم اقتدار الاسلام نے تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز کیا اس کے بعد "تحریک ندوہ" پر مولانا محمد ثانی حسنی ندوی کی ایک نظم سرور عالم نے پڑھی۔

اس کے بعد مہمان موصوف نے مذکورہ موضوع یعنی جنوبی ہند کے عربی مدارس کی تاریخی حیثیت اور اس کے نظام و نصاب تعلیم پر سیر حاصل بحث کی۔ ان کی تقریر بہت معلومات افزا اور مفید ثابت ہوئی۔ آخر میں الاصلاح کے سکریٹری اسحاق حسینی نے معزز مہمان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عشار کی اذان پر جلسہ کے اختتام کا اعلان کیا۔

ندوی فضلاء کی خدمت میں

ایک اہم التماس!

جمعیۃ الاصلاح جو طلبہ دار العلوم ندوۃ العلماء کی یونین اور علمی و ثقافتی سرگرمیوں کا ایک اہم ادارہ ہے محتاج تعارف نہیں۔ امسال اس کی ایک علمی نمائش کا اہتمام کیا جارہا ہے جس میں فضلائے ندوہ کی علمی و تصنیفی خدمات کا تفصیلی تعارف کرایا جائے گا نیز جمعیۃ الاصلاح کی لائبریری کی تنظیم جدید کے سلسلہ میں فضلائے ندوہ کی تصانیف کا ایک الگ مستقل شعبہ قائم کر دیا گیا ہے۔ اس لئے ندوی فضلاء کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ وہ مندرجہ ذیل وضاحت طلب امور کے سلسلہ میں جلد از جلد مندرجہ ذیل پتے پر جوابات عنایت فرمائیں۔

۱۔ مکمل نام (اصل نام، معروف نام) مع ولدیت و پتہ
۲۔ مقام و تاریخ پیدائش
۳۔ ندوہ میں مدت تعلیم و سن فراغت
۴۔ جمعیۃ الاصلاح سے تعلق کی نوعیت
۵۔ علمی کارناموں کا مختصر تعارف
۶۔ موجودہ مشاغل و مصروفیات
۷۔ مطبوعہ تالیفات کا ایک ایک نسخہ بھی عنایت فرمائیں۔

والسلام

اسحاق حسینی ندوی
(ناظم جمعیۃ الاصلاح)